14

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

13 تا 19 اپریل 2006ء

www.tanzeem.org

محبت رسول ﷺ کا تقاضا

دراصل جب کسی قوم کے اندر سے دین کی حقیقی روح نکل جاتی ہے اور صرف نمائشی ڈراموں پر اس کا مدار رہ جاتا ہے تو گھٹیا قسم کے پست اور سطحی مظاہر اس کے فکر و عمل کا محور بن جاتے ہیں، لایعنی حرکات کو حقیقی دین سمجھا جاتا ہے، فواحش و منکرات کو دینی قدروں کا نام دیا جاتا ہے، سنت کی جگہ من گھڑت بدعات سے تسکین حاصل کی جاتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی سچی محبت کا تقاضا تو یہ تھا کہ مسلمانوں کا ظاہر و باطن رسول اللہ ﷺ کی عظمت و محبت سے سرشار ہوتا، قدم قدم پر آپ ﷺ کی پیروی ہوتی، آپ ﷺ کے ایک ایک طریقے کو اپنانے کا ولولہ ہوتا، صورت و سیرت اور ظاہر و باطن میں رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی جھلک نظر آتی، آپؐ کی ایک ایک سنت کو زندہ کرنے اور ایک ایک حکم کو ہر شعبۂ زندگی میں نافذ کرنے کی تڑپ ہوتی، لیکن جب قلوب رسول اللہ ﷺ کی عظمت و محبت سے خالی ہو گئے، ایمان و یقین کے چراغ دلوں سے گل ہو گئے، آپؐ کے اخلاق و اعمال کی پیروی کا جذبہ یکسر ختم ہو کر رہ گیا تو محبتِ رسول ﷺ کے صحیح تقاضوں کی جگہ سطحی مظاہر کو عین دین و ایمان سمجھ لیا گیا۔ واحسرتا۔

مولانا محمد یوسف بنوریؒ

اس شمارے میں

ربیع الاوّل اور ہم

نبی اکرم ﷺ کی شانِ رحمت

کیا جمہوریت ہمارا مستقبل ہے؟

صلیبی جنگوں کے وقت عالم اسلام کے حالات

خلفائے راشدین کا تصورِ حکومت

امت مسلمہ کی حالت زار

اسلام اور دورِ حاضر کے مسائل

تفہیم المسائل

دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

عالم اسلام

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ النساء

(آیات 123 تا 126)

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿لَیْسَ بِاَمَانِیِّکُمْ وَلَآ اَمَانِیِّ اَھْلِ الْکِتٰبِ ؕ مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِہٖ ۙ وَلَا یَجِدْ لَہٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ
الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِکَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ وَلَا یُظْلَمُوْنَ نَقِیْرًا ﴿۱۲۴﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ دِیْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْھَہٗ لِلّٰہِ
وَھُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰہُ اِبْرٰھِیْمَ خَلِیْلًا ﴿۱۲۵﴾ وَلِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ
شَیْءٍ مُّحِیْطًا ﴿۱۲۶﴾﴾

''(نجات) نہ تو تمہاری آرزوؤں پر ہے اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر۔ جو شخص برے عمل کرے گا اُسے اسی (طرح) کا بدلہ دیا جائے گا اور وہ اللہ کے سوا نہ کسی کو حمایتی پائے گا اور نہ مددگار، اور جو نیک کام کرے گا، مرد ہو یا عورت اور وہ صاحب ایمان بھی ہوگا تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے اور اُن کی تل برابر بھی حق تلفی نہ کی جائے گی اور اُس شخص سے کس کا دین اچھا ہوسکتا ہے جس نے اللہ کے حکم کو قبول کیا اور وہ نیکوکار بھی ہے اور ابراہیمؑ کے دین کا پیرو ہے جو یکسو (مسلمان) تھے اور اللہ نے ابراہیمؑ کو اپنا دوست بنایا تھا اور آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کا ہے اور اللہ ہر چیز پر احاطہ کیے ہوئے ہے۔''

اب یہاں پھر خطاب کا رُخ مسلمانوں کی طرف مڑ رہا ہے' کہ اے مسلمانو! نہ تمہاری خواہشات پر کوئی شے موقوف ہے اور نہ اہل کتاب کی خواہشات پر۔ تمہارے اندر بھی wishful thinking پیدا ہو جائے گی۔ تم بھی شفاعت کے دھوکے پر حرام خوریاں کرو گے' بلکہ وہ سب کچھ کرو گے جو اہل کتاب نے کیا' مگر جان لو اللہ کا قانون غیر متبدل ہے۔ تمہاری تمناؤں سے کچھ نہیں ہوگا اور نہ ہی اہل کتاب کی تمنائیں مرضی کا رنگ لائیں گی بلکہ اصل بات یہ ہے کہ جو کوئی بُرا کام کرے گا اُسے اُس کی سزا مل کر رہے گی۔ یہ الفاظ بہت سخت ہیں۔ اگرچہ قرآن میں ہی ہے کہ نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں لیکن برائیاں account for تو ہو گئیں۔ گناہوں سے توبہ کر لی تو وہ گناہ مٹ جائیں گے مگر اس سلسلے میں یہ دیکھا جائے گا کہ توبہ واقعی سچی تو بہ تھی' یا صرف زبانی الفاظ تھے۔ اگر صرف زبانی استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ پڑھتے رہے اور حرام خوری جوں کی توں جاری رہی تو یہ توبہ ہے ہی نہیں' جھوٹی تمناؤں کا اظہار ہے۔ اور جھوٹی تمناؤں والے بدعمل اللہ کے مقابلے میں نہ کوئی حمایتی پائیں گے اور نہ ہی مددگار۔ اور جو کوئی نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت' مگر صاحب ایمان ہو' تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور تل کے برابر بھی اُن کی کوئی حق تلفی نہیں کی جائے گی۔

آگے فرمایا' اور اس سے بہتر دین کس کا ہوگا جس نے اپنا چہرہ (اپنا سر) اللہ کے سامنے جھکا دیا یعنی اسلام قبول کر کے اللہ کا مطیع و فرمان بردار ہو گیا اور اُس کے بعد ایمان اور پھر احسان کے درجے تک پہنچ گیا' پوری للّٰہیت کے ساتھ پورے دین کو قبول کر لیا' بعض کو قبول اور بعض کو مسترد نہیں کیا اور اس نے دین ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کی' یکسو ہو کر۔ ابراہیم علیہ السلام یکسو تھے اور اللہ نے تو آپؑ کو اپنا دوست بنا لیا تھا۔

اگلی آیات میں فرمایا' اور اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے' اور یقیناً اللہ تعالیٰ ہر شے کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

فرمانِ نبویؐ

چودھری رحمت اللہ بٹر

دنیا قید خانہ ہے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ((اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّۃُ الْکَافِرِ)) (رواہ مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دنیا مؤمن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے بہشت ہے۔''

تشریح: ایمان لانے سے لازم آتا ہے کہ انسان اپنی پوری زندگی میں ان تمام پابندیوں کو اپنے اوپر لازم کر لے جو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عائد کی ہیں۔ حرام خوری' ظلم' رشوت' بددیانتی' بدکاری' بے حیائی' جھوٹ' دھوکہ بازی' ایذا رسانی' لوٹ کھسوٹ' قتل و غارت گری اور ڈاکہ زنی سے پرہیز کرے اور ان اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرے جنہیں اللہ کی شریعت نے اپنانے کا حکم دیا ہے۔ ایسی بااصول اور پابند احکام زندگی کو ''قید خانہ'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مؤمن دنیا میں بے لگام زندگی بسر نہیں کرتا۔ ہر کام کرنے سے پہلے اسے سوچنا پڑتا ہے کہ اس سے اس کا آقا تو ناراض نہ ہوگا؟ اس کے برعکس کافر کا ذہن اور کردار ان تمام پابندیوں سے آزاد ہوتا ہے۔ اس کے ہاں نہ تو آخرت کی زندگی کا کوئی تصور ہے اور نہ خالق کے سامنے جوابدہی کا کوئی احساس ہے۔ چنانچہ وہ حرام و حلال اور جائز و ناجائز کی تمیز کیے بغیر لذاتِ نفسانی کا سامان اور اپنی بے لگام خواہشات کی تکمیل کرتا چلا جاتا ہے۔ اسی کو ''جنت'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

ربیع الاوّل اور ہم

ماہ ربیع الاوّل حضورﷺ کی ذاتِ اقدس سے منسوب ہے۔ آپؐ نے 12 ربیع الاوّل کو وصال فرمایا اور مستحکم روایات کے مطابق اِسی مہینہ میں آپؐ دنیا میں تشریف لائے۔ چودہ سو سال (1400) میں دنیا نے کئی رنگ بدلے خود مسلمانوں کی تاریخ میں کئی نشیب وفراز آئے۔ اسی دوران امت مسلمہ کا مورال کبھی آسمانوں کو چھوتا دکھائی دیتا ہے اور کبھی پتال میں نظر آتا ہے۔ عملی طور پر مسلمانوں کے کردار پر کبھی فرشتے رشک کرتے ہوں گے اور کبھی وہ اتنا شرمناک دکھائی دیتا ہے کہ دین اسلام کا شرفِ انسانیت بھی داغدار ہو جاتی ہے۔ لیکن حضورﷺ کی ذات گرامی سے جذباتی لگاؤ اور والہانہ عشق آج بھی مسلمان کا حقیقی روحانی اثاثہ ہے۔ آج بھی کوئی بدبخت اگر حضورﷺ کی توہین کرنے کی ناپاک جسارت کرے تو ہزاروں لاکھوں نہیں کروڑوں مسلمان غازی علم الدین شہید کی سنت پر عمل کرنے کے لیے تڑپنے لگتے ہیں۔ جس ہستی پر اللہ رب العزت خود درود بھیجے' انسانوں کے قلم اور ان کی زبانیں اُس کی ثنا خوانی کا کیا حق ادا کر سکیں گی۔

ہمارے قارئین جب اِن سطور کا مطالعہ کر رہے ہوں گے تو 12 ربیع الاوّل کا دن گزر چکا ہوگا۔ میڈیا یہ اعلان کر چکا ہو گا کہ مسلمانوں نے محسن انسانیت کا دن پوری شان وشوکت سے منایا ہے اور یہ حقیقت بھی ہے کہ مالک کائنات نے آپ کو اِس دنیا میں بھیج کر انسانیت پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے' اسی لیے کتابِ زندہ میں رقم فرما دیا "وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ" لیکن مسلمانوں کو لازماً یہ سوچنا ہوگا کہ حضورﷺ سے جذباتی لگاؤ اور والہانہ عشق کے ایسے اظہار کے باوجود محمدﷺ کی امت آج ذلیل ورسوا کیوں ہے؟ ہم مسلمان اگر اپنے گریبانوں میں جھانکنے کی تکلیف گوارا کریں تو یہ جاننے کے لیے افلاطونی دانش کی ضرورت نہیں رہے گی کہ ہماری اِس ذلت ونکبت کی اصل وجہ کیا ہے۔ ہمارا حال یہ ہے کہ حضورﷺ کی غلامی کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں اور اپنے نفس کو الٰہ کا درجہ دے رکھا ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ ہمیں حکم دیتا ہے کہ نبیؐ جو دے اُسے مضبوطی سے تھام لو اور جس سے روک دے اُس سے رک جاؤ' لیکن بدقسمتی سے ہمارا عمل بالکل اس کے برعکس ہے۔

آپؐ نے نجی اور اجتماعی زندگی کے ہر ہر گوشہ میں ہماری رہنمائی فرمائی۔ ہم آج ان سطور میں صرف عدل کے حوالہ سے خود احتسابی کریں تو ہمیں اپنے کردار' اپنے عمل اور رویہ سے گھن آئے گی۔ "عدل" اسلام کا کیچ ورڈ ہے۔ حضورﷺ کی ذاتِ اقدس عدل کا بے مثل نمونہ تھی۔ اور آج عالم اسلام میں عدل ناپید ہے پھر عدل اور مساوات کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جس معاشرے میں عدل نہیں ہوگا وہاں مساوات کا قیام ناممکن ہے۔ لہٰذا طبقاتی تقسیم مسلمان معاشرے میں اپنے عروج پر ہے۔ مراعات یافتہ طبقے اور عام مسلمانوں کی طرزِ زندگی میں دورِ جہالت کے آقا اور غلام کی نسبت زیادہ فرق ہے۔ مسجدوں میں قالین بچھانے والے اور نعت خوانوں پر نوٹ نچھاور کرنے والے اپنے ورکرز کو زندہ رہنے کا حق دینے سے انکاری ہیں۔ بھٹہ کے مزدوروں اور ننھے منے ہاتھوں سے قالین بافی کرنے والوں سے سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے کتے کہیں بہتر خوراک سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ تعلیم اور صحت کے شعبہ میں عدل وانصاف کا کوئی گزر نہیں اور ظلم اپنی تمام حدود سے تجاوز کر گیا ہے۔ ایسے ایسے ہسپتال اور سکول ہیں جن کے سامنے فائیو سٹار ہوٹل بھی ماند پڑ جائیں اور سرکاری ہسپتالوں اور سکولوں کی حالت زار سے کون واقف نہیں۔ یعنی ہم مجسم عدل سے اظہارِ عشق کرتے ہیں اور ظلم روا رکھنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔

ہم یہ عام سی بات بھی سمجھنے سے کیوں قاصر ہیں کہ کوئی اولاد اپنے باپ کی یا شاگرد اپنے استاد کی یا مرید اپنے مرشد کی حمد وتوصیف میں تو زمین وآسمان کے قلابے ملائے لیکن عمل اُس کی ہدایت کے برعکس کرے' تو ایک عام شریف النفس انسان بھی اِس رویہ سے نفرت کرے گا چہ جائیکہ ایک ایسی ہستی جو نیکی اور ہدایت کا سرچشمہ ہے' جو مرجع اخلاق ہے' جس کے گلابی ہونٹوں سے سچ کے سوا کچھ نہیں نکلتا تھا' جو غریبوں اور یتیموں کا سرپرست تھا' جس نے آقا دو جہاں ہونے کے باوجود اپنے لیے فقر اختیار کیا تھا' وہ ہستی ہماری اس دورخی کو پسند کرے گی۔ ہمارا جذباتی لگاؤ اور والہانہ عشق یقیناً قابل تحسین بلکہ توشۂ آخرت ہے لیکن ہادیٔ برحق کی سچی اطاعت اور پیروی کے بغیر یہ خالی خولی جذبہ اور بے عملی ہمیں کہیں منافقین کی صف میں نہ لا کھڑا کرے۔ اللہ رب العزت ہمیں اپنی حفظ وامان میں رکھے اور حضور پاکؐ کا سچا عاشق اور پیروکار بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 15 — شمارہ 14

13 تا 19 اپریل 2006ء
14 تا 20 ربیع الاول 1427ھ

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
فرقان دانش خان۔ سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' **طابع**: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اٹھارھویں غزل

(بالِ جبریل، حصّہ دوم)

یہ دیرِ کہن کیا ہے؟ انبارِ خس وخاشاک! مشکل ہے گذر اس میں بے نالۂ آتشناک!
نخچیرِ محبت کا قصہ نہیں طولانی لطفِ خلشِ پیکاں، آسودگیٔ فتراک!
کھویا گیا جو مطلب ہفتادودو ملت میں سمجھے گا نہ تو جب تک بیرنگ نہ ہو ادراک!
اک شرعِ مسلمانی، اک جذبِ مسلمانی ہے جذبِ مسلمانی سرِ فلک الافلاک
اے رہروِ فرزانہ! بے جذبِ مسلمانی نے راہِ عمل پیدا، نے شاخِ یقیں نمناک!
رمزیں ہیں محبت کی گستاخی و بیباکی ہر شوق نہیں گستاخ ہر جذب نہیں بیباک!
فارغ تو نہ بیٹھے گا محشر میں جنوں میرا یا اپنا گریباں چاک، یا دامنِ یزداں چاک

1۔ دیرِ کہن: پرانی دنیا۔ انبارِ خس وخاشاک: کوڑے کرکٹ کا ڈھیر۔

اقبال نے دنیا کو کوڑے کرکٹ کے ڈھیر سے تشبیہ دی ہے، کیونکہ دنیا بے قیمت اور ہیچ مایہ ہے، فانی اور ناپائیدار ہے۔ انسان اس کے کانٹوں میں اس بری طرح الجھ جاتا ہے کہ اس کی الجھنوں میں سے نکلنا دشوار ہو جاتا ہے، اس لیے دنیا میں زندگی بسر کرنے کی صورت یہ ہے کہ آدمی دنیاوی خس وخاشاک سے اپنا دامن بچائے، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ عشقِ الٰہی اختیار کرلے۔ جس طرح آگ (آتشناک آہ ونالہ) خس وخاشاک کے انبار کو فنا کر دیتی ہے، اسی طرح عشق کی آگ دنیاوی علائق کے خس وخاشاک کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔

2۔ اس شعر میں اقبال نے شکار کا تلازمہ باندھا ہے۔ نخچیر: شکار، صحرائی جانور، مراد ہے عاشق۔ پیکان۔ لفظی معنی تیر۔ مراد ہجر وفراق کی سختی۔ فتراک: شکار بند۔ چمڑے کے دو تسمے جو زین کے دونوں طرف شکار باندھنے کے لیے لگے ہوتے ہیں۔ یہاں مراد ہے درجۂ شہادت۔ اقبال کہتے ہیں کہ اللہ کے عاشقوں کی داستان طویل نہیں ہوتی۔ جب مومن پر عشقِ الٰہی کا غلبہ ہوتا ہے تو شروع میں بے شک کچھ عرصے تک اُس کو مجاہدہ اور مراقبہ کرنا پڑتا ہے، یعنی فراق کی سختیاں جھیلنی پڑتی ہیں، لیکن آخر میں وہ یا درجہ شہادت حاصل کر لیتا ہے یا اگر یہ نعمت اُس کے مقدر میں نہیں تو وہ معرفتِ الٰہی حاصل کر لیتا ہے۔ یعنی آسودگی اور اطمینانِ قلب اُسے دونوں صورتوں میں حاصل ہو جاتا ہے۔

3- ہفتاد و دو ملت: یعنی مسلمانوں کے بہتر فرقے، جن میں امتِ مسلمہ منقسم ہوگئی ہے، اور مطلب کے کھو جانے سے مراد ہے وحدتِ ملت کا فنا ہو جانا۔ اسلام کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں میں شانِ وحدت پیدا ہو جائے، لیکن امت کے بہتر فرقوں میں منقسم ہو جانے سے اسلام کا یہ مقصد فنا ہو گیا۔ اب اگر مسلمان اس مقصد و مطلب کو سمجھنا اور اس کو حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس کی صورت یہ ہے کہ اپنے ادراک کو ''بے رنگ'' بنالیں، یعنی فرقہ بندی ترک کر کے صرف اللہ کا رنگ اختیار کر لیں۔

4 تا 6۔ یہ تینوں شعر قطعہ بند ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ دینِ اسلام دو چیزوں کا مجموعہ ہے۔ ایک شریعت ہے اور دوسرا شریعت کا باطنی پہلو ہے، جسے طریقت کہتے ہیں۔ محض سمجھنے سمجھانے کی غرض سے یہ دو لفظ وضع کیے گئے ہیں، ورنہ درحقیقت ان میں دُوئی نہیں ہے۔ مومن کو پہلے ارکانِ اسلام کی پابندی کرنا سکھایا جاتا ہے۔ مثلاً اُس سے کہا جاتا ہے کہ نماز پڑھو، روزہ رکھو۔ جب وہ ان پر عمل کا عادی ہو جاتا ہے تو اُسے یہ نکتہ سمجھایا جاتا ہے کہ وقت مقررہ پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا شریعت ہے۔ یہ ''شرعِ مسلمانی'' ہے۔ لیکن جب نماز پڑھو تو اپنی توجہ اللہ کی طرف مبذول کر دو۔ نماز میں غیر اللہ کا تصور نہ آنے پائے۔ نیز جب تم اللہ کے بندے ہو گئے تو اب غیر اللہ سے قطع تعلق کر لو۔ غیر اللہ کی اطاعت مت کرو۔ جب اللہ تمہارا معبود ہے تو اُسے مطلوب ومحبوب بھی بناؤ۔ یہ ''جذبِ مسلمانی'' ہے یعنی شریعت کا باطن۔ اقبال کہتے ہیں کہ صرف ارکانِ اسلام کی پابندی کافی نہیں، بلکہ جذب اور عشقِ الٰہی کا حصول بھی ضروری ہے۔ جب شرعِ مسلمانی اور جذبِ مسلمانی دونوں حاصل ہو جاتے ہیں تو فلک الافلاک یعنی ساری کائنات کے اسرار وحقائق آدمی پر کھل جاتے ہیں۔

اے مسلمان! یاد رکھ کہ جب تک تو اللہ سے محبت نہیں کرے گا، اُس وقت تک نہ عمل صالح ممکن ہے اور نہ دل میں یقین کا رنگ پیدا ہو سکتا ہے۔ اللہ کی محبت کا ثمرہ یہ ہے کہ مسلمان میں بے باکی اور گستاخی کی شان پیدا ہو جاتی ہے، یعنی وہ کسی دنیاوی طاقت یا مادی حکومت یا کسی بادشاہ سے نہیں ڈرتا، لیکن یاد رکھ کہ یہ شان ہر محبت سے پیدا نہیں ہو سکتی۔ ہر شوق بے باکی اور گستاخی کی دولت عطا نہیں کر سکتا۔ یہ دولت صرف اللہ کی محبت سے حاصل ہو سکتی ہے۔

7- فرماتے ہیں کہ میرا جذبۂ عشق مجھے روزِ محشر بھی فارغ نہیں بیٹھنے دے گا۔ چنانچہ اس امر کا خدشہ ہے کہ وہاں دیوانگی کے عالم میں یا تو اپنے گریبان کی دھجیاں اُڑا کر راکھ کر دوں گا یا پھر خدائے لم یزل کا دامن میرے ہاتھ میں ہوگا۔ پچھلے شعر میں اقبال نے بے باکی اور گستاخی کو عشق کی دو رمزوں سے تعبیر کیا ہے۔ اس آخری شعر میں اقبال اس صورتِ حال کے عملی پہلو کا اظہار کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

منبر و محراب

نبی اکرم ﷺ کی شانِ رحمت

سورۃ الاعراف کی آیات 156‘157 کی روشنی میں

جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 7 اپریل 2006ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

آیات قرآنی کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد:

حضرات! یہ ربیع الاوّل کا مہینہ ہے۔ اس ماہ کو نبی اکرم ﷺ سے خاص نسبت ہے۔ اس کی 12 تاریخ آپ ؐ کی تاریخ وصال ہے اور ایک رائے کے مطابق یہی آپ ؐ کی تاریخ ولادت بھی ہے۔ چنانچہ اسی نسبت سے اس دن میلاد النبی ﷺ منایا جاتا ہے۔ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ سے ہر مسلمان عقیدت و محبت اور جذباتی وابستگی رکھتا ہے۔ بنابریں ربیع الاوّل کے ان ابتدائی ایام میں سیرت کی محافل منعقد ہوتی ہیں‘ جن میں آپ ؐ کی بلند مرتبت اور عظیم الشان شخصیت کی عظمت کے پہلوؤں پر گفتگو ہوتی ہے‘ آپ ؐ کے مناقب کا تذکرہ ہوتا ہے۔ اسی حوالے سے آج مجھے ”نبی اکرم ﷺ کی شانِ رحمت“ پر گفتگو کرنا ہے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کی عظمت کا ادراک کریں تو یہ بات ہمارے لیے ناممکن ہے۔ ہم بس یہی کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بعد اس کائنات میں سب سے زیادہ قابل احترام ہستی حضرت محمد ﷺ کی ہے۔

”بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر“

اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس کلام میں آپ ؐ کی عظمت کے بعض پہلوؤں کا ذکر کیا ہے‘ اُن میں سے ایک آپ ؐ کی شانِ رحمت ہے جس کا تذکرہ سورۃ الانبیاء میں کیا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۝﴾

[الانبیاء:107]

”اور (اے نبی) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر۔“

آپ ؐ کی ذاتِ گرامی کس کس پہلو سے رحمت ہے۔ ہم کلیتہً اس کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے۔ بہر حال یہ واضح ہے کہ آپ ؐ کی ذات‘ آپ ؐ کا پیغام ہدایت اور آپ ؐ کا عطا کردہ دین اور نظام عدل اجتماعی پوری نوع انسانی کے لیے رحمت کا سامان ہے۔ آپ ؐ کے ذریعے ہدایت کی جو روشنی پھیلی وہ انسانیت کے ہر ہر طبقے کے لیے مکمل رہنمائی ہے‘ خواہ وہ بڑے سے بڑا فلسفی‘ مفکر یا دانشور ہو یا ایک عام انسان‘ محنت کش یا مزدور۔ سورۃ الاعراف کی آیت 157 میں پوری نوع انسانی کے لیے بلکہ قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے آپ ؐ کی رحمت کے بعض اہم پہلوؤں کو نمایاں کیا گیا ہے۔

اس سے پہلے بنی اسرائیل کے استغفار کا ذکر ہے۔ جس کا پس منظر یہ ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام تورات کی الواح اور شریعت پانے کی غرض سے کوہ طور پر گئے تو آپ ؑ کے پیچھے قوم نے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی۔ یہ بہت بڑا جرم تھا۔ چنانچہ اس جرم پر قوم کو سخت سزا دی گئی۔ سزا یہ تھی کہ جن لوگوں نے اس جرم کا ارتکاب کیا تھا‘ انہی کے عزیزوں اور رشتہ داروں نے انہیں اپنے ہاتھوں سے قتل کیا۔ اس سزا کے بعد اجتماعی استغفار کے لیے حضرت موسیٰ ؑ قوم کے ستر افراد کو لے کر کوہِ طور پر تشریف لے گئے۔ وہاں اللہ سے استغفار ہوا‘ مغفرت کی جو دعائیں ہوئیں ان میں سے ایک دعا یہ ہے:

> **اللہ کی رحمت اپنی جگہ مگر جن لوگوں نے خود ہی اپنے آپ کو عذابِ الٰہی کا مستحق بنایا وہ اس کے عذاب سے نہیں بچ سکیں گے**

﴿وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ۭ﴾

”(پروردگار) ہمارے لیے اس دنیا میں بھی حسنات (بھلائیاں‘ خیر) لکھ دے اور آخرت میں بھی۔ ہم تیری طرف رجوع کرتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا:

﴿قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَاۗءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۭ﴾

”فرمایا کہ میرا جو میرا عذاب ہے اُسے تو جس پر چاہتا ہوں نازل کرتا ہوں۔ اور جو میری رحمت ہے وہ ہر چیز کو شامل ہے۔“

اب سوال یہ ہے کہ مجرم بھی تو انسان ہیں‘ تو کیا اللہ کی رحمت اُن کے بھی شامل حال ہوگی۔ اس کی وضاحت قرآن مجید میں ایک اور جگہ پر کردی گئی ہے‘ فرمایا:

﴿فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ۝﴾

[الانعام:147]

”اور اگر یہ لوگ تمہاری تکذیب کریں تو کہہ دو تمہارا پروردگار صاحب رحمت وسیع ہے۔ مگر اُس کا عذاب گنہگار لوگوں سے نہیں ٹلے گا۔“

مطلب یہ ہے اللہ کی رحمت اپنی جگہ مگر جنہوں نے خود ہی اپنے آپ کو عذاب الٰہی کا مستحق بنایا وہ اس کے عذاب سے بچ نہیں سکیں گے۔ دوسرے لفظوں میں اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ میرا دامن رحمت بڑا وسیع ہے۔ آؤ ‘میری طرف توجہ کرو۔ آؤ‘ مجھ سے گناہوں کی مغفرت مانگو‘ آؤ میرا دامن رحمت تھام لو۔ اب اگر کوئی خود ہی اُس سے رجوع نہ کرے جو عملاً طے کر دے‘ میں نے اس کی رحمت سے محروم رہنا ہے تو ظاہر ہے ایسے ظالم کے لیے اللہ کا عذاب پھیرا نہیں جائے گا۔ یہ اسی قسم کی بات ہے جو آپ ؐ نے ایک موقع پر فرمائی کہ:

> ”ہر بندہ مومن جنت میں داخل ہوگا ماسوائے اس کے کہ جو خود ہی انکار کردے۔ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ کون ہوگا‘ جو جنت میں جانے سے انکار کرے۔ آپ ؐ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے گویا خود ہی جنت میں جانے سے انکار کردیا۔“

آگے فرمایا:

﴿فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ۝ۚ﴾

”میں لکھ لوں گا اس رحمت کو ان لوگوں کے لیے جو تقویٰ اختیار کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور جو ہماری آیات

پر ایمان رکھتے ہوں گے۔''

مفسرین کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک رحمت عام ہے اور ایک خاص۔ یہاں رحمت خاص کا ذکر ہو رہا ہے۔ اس کے مستحق وہ لوگ ہوں گے جو تقویٰ اختیار کریں گے' زکوٰۃ دیں گے یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خیال رکھیں گے اور ہماری تمام آیات پر ایمان لائیں گے۔ یہی وہ لوگ ہوں گے جو نبیؐ کا اتباع کریں گے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ......﴾

''وہ لوگ جو میرے رسول امی کا اتباع کریں گے۔''

دیکھئے' نبی اکرم ﷺ کی رحمت للعالمینی ویسے تو عام ہے لیکن رحمت خاص اُن لوگوں کے لیے ہے جو آپؐ پر ایمان لانے والے ہیں اور آپؐ کی اتباع کرنے والے ہیں۔ یعنی اگر کوئی پہلے سے یہودی یا عیسائی تھا مگر اس دور میں پیدا ہوا جو نبیؐ کی رسالت کا دور تھا تو وہ آنحضرتؐ پر ایمان لائے گا اور آپؐ کا اتباع کرے گا تو ہی اللہ کی رحمت کا مستحق ٹھہرے گا۔ ''اتباعِ رسول'' سے کیا مراد ہے اس کے آگے وضاحت آ رہی ہے' لیکن اس سے پہلے نبی اکرم ﷺ کی رحمت للعالمینی کے جو مختلف پہلو ہیں اُن میں سے بعض کا تذکرہ ہے۔

سب سے پہلے رسول رحمت کی عظمت کے اظہار کے لیے فرمایا کہ رسول کریم ﷺ ایسے نہیں آ گئے کہ ان کی آمد کی کسی کو خبر نہ تھی' بلکہ تورات اور انجیل میں اُن کی تشریف آوری کے لیے جابجا پیشین گوئیاں موجود ہیں:

﴿الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ﴾

''جن (کے اوصاف) کو وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔''

آپؐ کی رحمت للعالمینی کا پہلا نظریہ ہے کہ:

((یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ))

''جو (نبیؐ) معروف کا حکم دیتے ہیں اور منکر سے روکتے ہیں۔''

سوال یہ ہے کہ ہر نبی اور رسول امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا رہا' خیر کی تلقین کرتا رہا اور شر سے روکتا رہا' پھر یہاں خصوصیت سے اس کے تذکرہ کا کیا مطلب ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ معروف و منکر اور خیر و شر جو بہت پرانی بحث ہے اس میں آخری اور کامل فیصلہ آپؐ کا ہے آپ کی سنت' آپؐ کے فرامین خیر و شر اور معروف اور منکر کے لیے معیار ہیں۔ جس بات کا آپؐ نے حکم دیا وہی معروف ہے اور جس سے روک دیا وہ منکر ہے۔ گویا آپؐ نے اللہ کے اذن سے معروف و منکر اور خیر و شر کی بحث کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا۔ چونکہ آپؐ نے معروف و منکر اور خیر و شر کا فیصلہ فرما دیا۔ اس لیے قرآن مجید میں حکم دیا گیا ہے کہ:

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ [الحشر: 7]

''رسول ﷺ جو کچھ تمہیں دیں اس کو تھام لو اور جس سے روک دیں اُس سے باز آ جاؤ۔''

اب ہر دور میں اگر کسی کو یہ دیکھنا ہے کہ کیا شے معروف ہے اور کیا منکر تو اس کا معیار آپؐ کی سنت' آپ کا اسوۂ کامل ہے۔

کوشش ہے کہ اُسے شرفِ انسانیت سے محروم رکھے۔ آج معاشرہ میں جس چیز کو معروف سمجھا جاتا ہے' وہ بے حیائی ہے۔ شیطان اور اُس کے پیروکار انسان کو بالکل ہی لباسِ حیا سے محروم کر دینا چاہتے ہیں۔ ماں' بہن' بیٹی اور بیوی کے فرق کو مٹا دینا چاہتے ہیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ عالم مغرب میں خاندان کا شیرازہ بکھر چکا ہے۔ ناجائز تعلقات کی گرم

نبی اکرم ﷺ نے آ کر انسانیت کو غلامی کے بندھن اور ظالمانہ شہنشاہیت سے نجات دلائی اور اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور انسانی مساوات پر مبنی نظام عدل اجتماعی قائم کر کے دکھایا

منافقین کی روزِ اول سے یہ کوشش ہے کہ اس معیار کو بدل ڈالیں' اس کو تلپٹ کر دیں۔ انہی کی سازشوں کا نتیجہ ہے کہ آج منکرات کو معروفات کا درجہ حاصل ہو چکا ہے۔ مثلاً آپؐ نے تعلیم دی کہ حیا ایمان کا حصہ ہے۔ اس کے مقابلے میں اسلامی تعلیمات کی رو سے بے حیائی اور عریانی شیطنت ہے۔ کیونکہ یہ شیطان ہی ہے جو انسان کو حیا سے محروم کر کے حیوانیت کے راستے پر لانا چاہتا ہے۔ اُس کی

بازاری ہے۔ معاشرہ کی اکثریت ان بچوں کی ہے جن کی ولدیت کی کسی کو خبر نہیں۔ یہ بچے ایسی فضا میں پرورش پا رہے ہیں کہ والدین کی شفقت سے محروم ہیں...... اس کے علاوہ جدید تہذیب میں خود غرضی اور مفاد پرستی کو معروف کا درجہ دے دیا گیا ہے اور ایثار و قربانی وغیرہ ثانوی حیثیت اختیار کر گئی ہیں۔ نظریۂ افادیت (Utilitarianism) اعلیٰ اخلاق اقدار کو تلپٹ کر رہا ہے۔ کہا یہ جا رہا ہے کہ اصل

پریس ریلیز

7 اپریل 2006ء

حدود آرڈیننس کو مستند علماء کی آراء کی روشنی میں بہتر بنا کر مؤثر بنایا جائے

حکومت مغربی اقتدار کے زیر اثر آرڈیننس کو بالکل ختم کرنے یا غیر مؤثر بنانے سے باز رہے

قرآن اکیڈمی لاہور میں منعقدہ اجلاس میں جید علماء وکلاء اور دانشوروں کا حکومت سے مطالبہ

قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور میں حدود آرڈیننس کو روشن خیالی کی جدید لہر کے تحت ختم کرنے یا بالکل غیر مؤثر کرنے کے حکومتی پروگرام کے بارے میں ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں ڈاکٹر اسرار احمد' مولانا عبدالرحمٰن مدنی' مولانا رشید احمد گنگوہی' ایڈووکیٹ ظفر علی راجہ' پیر اعجاز احمد ہاشمی اور دیگر دانشور' علماء اور وکلاء حضرات نے شرکت کی۔ شرکاء مجلس نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ حدود آرڈیننس میں کچھ قانونی پیچیدگیاں ہیں جن کی وجہ سے اس کا امن و عن نفاذ بہت مشکل نظر آتا ہے۔ لیکن بطور مسلمان ہمیں یا حکومت کو یہ کوشش کرنی چاہیے کہ اس کو بالکل ختم کرنے یا مزید غیر مؤثر کرنے کے بجائے اس کی اس طور سے اصلاح کریں کہ اس سے معاشرے میں اسلام کی اُن تعلیمات پر عمل ممکن ہو جو مرد و زن کی عصمت و عفت اور شرم و حیا کی ضامن ہیں۔ مقررین نے کہا کہ حکومت بھی حدود آرڈیننس میں تبدیلی کی بات کرتی ہے لیکن قرائن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حکومتی حلقوں کا مقصد اسے مزید مؤثر بنانے کے بجائے مغربی اقتدار کے زیر اثر بالکل ختم کرنا یا بالکل ہی غیر مؤثر بنانا ہے۔ جب کہ علماء اس میں تبدیلی کی بات کرتے ہیں تو ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اس میں اصلاح کی جائے اور اسے مستند علماء کی آراء کی روشنی میں بہتر سے بہتر بنا کر مؤثر بنایا جائے۔ اگر سرکاری سطح پر حدود آرڈیننس میں ایسی تبدیلیاں کرنے کی کوشش کی گئی جس سے اسلامی تعلیمات پر حرف آتا ہو تو ناموسِ رسالت کی تحریک کی طرح بھرپور انداز میں مزاحمتی تحریک برپا کی جائے۔

(جاری کردہ: شعبہ نشر و اشاعت' تنظیم اسلامی)

بھلائی اور خیر وہ کام ہے جس سے انسان کو ذاتی نفع حاصل ہو یا کوئی لذت حاصل ہو۔ اگر کسی کام سے ذاتی منفعت حاصل نہیں ہوتی تو اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ یہ تو وقت کا ضیاع ہے۔ کفار کے ساتھ ساتھ منافقین بھی آج اسی شیطانی تہذیب کو فروغ دے رہے ہیں۔ کیونکہ قرآن حکیم کے مطابق یہی منافقین کا کام۔

اندریں حالات سسکتی ہوئی انسانیت کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ معروف اور منکر کے اُس معیار کو اختیار کر لے جو نبی اکرم ﷺ نے عطا فرمایا ہے۔ اسی صورت میں وہ آپؐ کی رحمت للعالمینی سے اکتساب فیض کر سکے گی' ورنہ اس معیار کو ترک کر کے انسان خود اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی مارے گا۔ انسانیت کا خون کرے گا۔ انسانیت کی دھجیاں بکھیرے گا۔

آپؐ کی رحمت للعالمینی کا مظہر یہ بھی ہے کہ آپؐ نے حلال اور حرام کو کھول کر بیان فرمایا۔ فرمایا:

﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ﴾

''اور (آپؐ) ہر طیب (پاک صاف) چیز کو اُن کے لیے حلال کرتے ہیں اور ہر خبیث (نجس و ناپاک) شے کو اُن پر حرام ٹھہراتے ہیں۔''

یہودیوں کی شرارتوں کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے بعض حلال چیزیں بھی ان پر حرام قرار دی تھیں' اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو رحمت للعالمین بنا کر بھیجا۔ اب آپؐ کی رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہر پاکیزہ شے کو جائز اور حلال قرار دیں اور ہر ایسی شے جس میں نجاست اور خباثت ہے۔ انسانیت کو اُس کی مضرت سے بچانے کے لیے اُس سے روک دیں یعنی اُس چیز کو حرام کر دیں۔ حلت و حرمت کا یہ مستقل فیصلہ نبی رحمت نے کر دیا۔ اب ہر وہ چیز حرام ہے جو نبیؐ نے حرام قرار دی اور ہر وہ چیز جن پر آپؐ نے حرمت کا حکم نہیں لگایا' حلال ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی رحمت کا مظہر یہ بھی ہے کہ آپؐ نے انسانیت کو ناروا بوجھوں اور غلامی کے طوقوں سے نجات دلائی۔ فرمایا:

﴿وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾

یعنی ''اور ان پر سے بوجھ اور طوق جو ان (کے سر) پر (اور گلے میں) تھے اتارتے ہیں۔''

اس کا ایک پہلو تو یہ ہے کہ جسے مفسرین نے بیان کیا ہے کہ پچھلی امتوں کی شریعتوں میں بعض احکامات بڑے سخت تھے۔ ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے ذریعے اس امت کے لیے بہت آسانیاں پیدا فرمائیں۔ مثال کے طور پر روزہ ہی کو دیکھیں' ہمارا روزہ صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور غروب آفتاب پر ختم ہوتا ہے۔ یہود کے ہاں سحری کا تصور نہیں تھا' بلکہ اُن کا روزہ رات سے ہی' جب وہ سو جاتے تھے شروع ہو جاتا تھا۔

وہ اصل بوجھ اور طوق جن سے آپؐ نے انسانیت کو نجات دلائی اِن کے علاوہ کچھ اور بھی ہیں۔ وہ کیا ہیں۔ ہم ان میں سے چند ایک کو مختصراً بیان کر رہے ہیں۔

سب سے بڑا طوق جس سے آپؐ نے نوع انسانی کو چھٹکارا دلایا' وہ غلامی کا تھا۔ آپؐ سے پہلے ملوکیت اور شہنشاہیت کا دور دورہ تھا۔ دنیا میں جابرانہ ملوکیت (Monarchy) کا نظام رائج تھا۔ اس نظام میں تمام ریاستی اختیارات ایک ہی خاندان کے پاس تھے۔ وہی سیاہ و سفید کا مالک تھا۔ اُسے تمام حقوق حاصل تھے۔ قانون سازی پر بھی اُسی کا حق تھا' وہ جو چاہتا قانون بناتا۔ رعایا کے کوئی حقوق نہ تھے۔ اُن کا کام حکمرانوں کی خدمت کرنا' بادشاہ کے بنائے ہوئے قوانین کی پاسداری کرنا اور محصول ادا کرنا تھا۔ اس طرح پوری قوم بادشاہ کی غلام ہوتی تھی۔ انسانی حقوق اور مساوات کے تصورات یکسر ناپید تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے آ کر انسانیت کو غلامی کے بندھن اور ظالمانہ شہنشاہیت سے نجات دلائی۔ انسانی حقوق کا تصور عطا فرمایا۔ سیاسی سطح پر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت پر مبنی وہ نظام عدل اجتماعی قائم کر کے دکھایا جس میں مساوات پائی جاتی ہے۔ قانون کا اطلاق سب پر ہوتا ہے۔ اس معاملے میں خلیفہ اور رعایا میں بھی کوئی امتیاز نہیں کیا جاتا۔ اس طرح یہ نظام انسانیت کو بادشاہوں کی غلامی سے نجات دیتا ہے۔ یہی وہ بات ہے جو سعد بن ابی وقاصؓ کے سفیر ربعی عامر نے ایرانی سپہ سالار سے کہی تھی کہ:

''ہم ایک ایسی قوم ہیں جسے اللہ نے اس مقصد کے لیے مبعوث کیا ہے کہ ہم اُس کی مخلوق کو بندوں کی غلامی سے نکال کر اللہ وحدہٗ لا شریک کی غلامی میں دے دیں...... اور باطل ادیان اور طاغوتی قوتوں کے ظلم و جور سے بچا کر اسلام کے سایہ رحمت میں لے آئیں۔''

ظالمانہ ملوکیت کے ساتھ ساتھ استحصال کی ایک اور صورت مذہبی طبقات کی اجارہ داری تھی۔ ہر دور میں مذہبی طبقے اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ بن کر بیٹھ جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ہماری مٹھی گرم کرو' ہمیں خوش کرو' نذرانے دو ہم تمہاری بات آگے پہنچائیں گے کیونکہ تم انتہائی ناپاک اور گناہگار ہو' براہ راست اللہ تعالیٰ سے ہم کلام نہیں ہو سکتے۔ یہ مذہبی غلامی کا طوق تھا جو انسانوں کی گردنوں میں پڑا تھا۔ آپؐ نے انسان کو اس استحصال سے بھی نجات دلائی اور انسانیت پر واضح کر دیا کہ خالق و مخلوق کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے براہ راست دعا کی جائے۔ وہ ہر ایک کی دعا کو سنتا اور اس کا جواب دیتا ہے۔ قرآن حکیم میں فرمایا:

﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ......﴾ [البقرۃ: 186]

''(اے نبی ﷺ) میرے بندے جب میرے بارے میں پوچھیں (تو آپ بتا دیجئے) میں بالکل قریب ہوں۔ میں ہر پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس انہیں چاہیے کہ مجھے ہی پکاریں......''

اسی بات کو اقبال نے شعری جامہ پہنایا تو گویا ہوئے۔

کیوں حائل رہیں خالق و مخلوق میں پردے
پیرانِ کلیسا کو کلیسا سے اٹھا دو

آپؐ کی رحمت للعالمینی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپؐ نے بنی نوع انسان کو ناروا بوجھوں سے نجات دلائی۔ یہ ناروا معاشرتی رسومات کے بوجھ تھے' جن کے نیچے انسانیت کراہ رہی تھی۔ مثلاً پیدائش' وفات اور شادی بیاہ کی رسومات وغیرہ۔ ان رسومات کی ابتدا بالعموم امیر طبقات سے ہوتی ہے' مگر جب ایک دفعہ یہ شروع ہو جاتی ہیں تو پھر سب لوگ انہیں اختیار کر لیتے ہیں۔ ان کو ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پھر یہ "Social Compulsion" بن جاتی ہیں۔ چنانچہ معاشرہ کی عظیم اکثریت ان کے بوجھ تلے پس کر رہ جاتی ہے لیکن خواہی نواہی انہیں انجام دینا پڑتا ہے۔ افسوس کہ آج ہمارا معاشرہ انہی رسومات میں جکڑا ہوا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں نبی رحمت کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(مرتب: محبوب الحق عاجز)

مبتدی تربیت گاہ

بمقام: مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
گڑھی شاہو لاہور
16 اپریل بروز اتوار نماز عصر سے
22 اپریل بروز ہفتہ نماز ظہر منعقد
ہو رہی ہے۔ (ان شاء اللہ)
زیادہ سے زیادہ مبتدی رفقاء شمولیت
اختیار کریں۔

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت' تنظیم اسلامی

کیا جمہوریت ہمارا مستقبل ہے؟

سردار اعوان

21 مارچ 2006ء کے نوائے وقت میں روئیداد خان کا مضمون بعنوان: ''جمہوریت ہمارا مستقبل ہے'' پڑھا۔ فاضل مضمون نگار کا کہنا ہے کہ ''پاکستان ایک جمہوری ریاست کے بغیر نہیں رہ سکتا جس میں لوگوں کی آزادی کا احترام کیا جائے۔'' گویا محض ایک جمہوری ریاست کا ہونا بے معنی ہے اگر اس میں لوگوں کی آزادی کا احترام نہیں کیا جاتا' جبکہ انہوں نے خود ہی اپنے مضمون میں یہ اعتراف کیا ہے کہ ''پاکستان میں انتخابات میں دھاندلی کی جاتی ہے' بیلٹ باکسز کو تبدیل کیا جاتا ہے' نتائج تبدیل کئے جاتے ہیں۔ لوگ اسے افسوسناک جمہوریت کہتے ہیں''۔ لہٰذا سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر حل کیا ہے' اور یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا اکثر کوئی جواب نہیں دیا جاتا۔

پیشتر اس کے کہ ہم اس کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کریں' حال ہی میں شائع ہونے والی ایک کتاب کے حوالہ سے جمہوریت کے چیمپین امریکہ میں ہونے والے انتخابات کی بھی بات ہو جائے۔ کتاب کا نام

Steel this vote : Dirty Elections and the Rohen History of Democracy in America

اور مصنف کا نام Andrew Gumble ہے۔ اس کتاب میں نہ صرف سن 2000ء کے امریکی انتخابات بلکہ امریکہ میں مشینی ووٹنگ سے قبل اور بعد' دونوں ادوار میں ووٹنگ فراڈ کے سکینڈلز کا بیان ہے۔ گمبل کا کہنا ہے کہ امریکی آئین مرتب کرنے والے عوامی انتخابات کے نظریہ سے ہی خائف تھے' لہٰذا ایک خاص طبقے کو نوازنے کے لیے صدر کے انتخاب میں الیکٹورل کالج کا طریقہ اختیار کیا گیا۔ مزید برآں کالوں' پرانے امریکیوں' عورتوں اور جائداد سے عاری طبقہ کو حق رائے دہی سے محروم رکھا گیا لیکن اس کے باوجود امریکی تاریخ میں کوئی بھی ایسے انتخابات نہیں ہوئے جنہیں صاف و شفاف اور دھاندلی سے پاک قرار دیا جا سکے۔ 1828ء کے صدارتی انتخابات میں جیکسن نے اپنی مقامی ریاست ٹینیسی (Tennessee) سے ویگنوں میں بھر بھر کر اپنے حمایتی دوسری ریاستوں میں جعلی ووٹ ڈالنے کے لیے بھجوائے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دھاندلی کے نئے نئے طریقے ایجاد ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ آج ووٹرز کی لسٹوں میں ہیرا پھیری' جعلی ووٹ بھگتانے اور ووٹوں کی گنتی میں دھاندلی کے الزامات معمول کی بات ہے۔ اس میدان میں امریکہ اور تیسری دنیا کے ممالک برابر ہیں۔ گویا جمہوریت کے بارے میں لنکن نے جو بات کہی تھی یعنی عوام کی حکومت' عوام کے ذریعہ اور عوام کے لیے' اس کی بجائے یہ کہنا کہ عوام کی حکومت' بدمعاشوں کے ذریعے اور دولت مندوں کے لیے' غلط نہ ہوگا۔

> حقیقت یہ ہے کہ پاکستان اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا اور اسلام کی بنیاد پر ہی قائم رہ سکتا ہے۔ اس سے جمہوریت کی کامل نفی مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ نظام اسلام کا ہو اور اس کے تحت جمہوریت اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں

اس ضمن میں اصل بات یہ ہے کہ مروجہ جمہوریت کی غرض و غایت سرمایہ داری نظام کا تحفظ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گزشتہ دو صدیوں میں سرمایہ داری نظام کو پوری دنیا میں جو فروغ حاصل ہوا ہے' اس کی تاریخ انسانی میں مثال نہیں ملتی۔ زیادہ سے زیادہ دولت جمع کرنے کی خواہش انسان کی جبلت میں شامل ہے' جس کا سب سے بڑا ذریعہ طاقت کے ذریعہ لوگوں کو محکوم بنا کر دولت ہتھیانا ہے۔ اس کی وجہ سے دنیا میں ہمیشہ فتنہ و فساد برپا رہا ہے۔ اللہ نے اس طریقہ سے دولت کمانے سے منع کیا ہے اور اپنے نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ لوگوں کو اس کے برے انجام سے خبردار کیا ہے۔ چنانچہ اللہ اور اس کے رسولوں کو ماننے والے مٹھی بھر افراد اس ظلم اور جبر واستبداد کے خلاف ہمیشہ برسرپیکار رہے ہیں۔ اللہ نے جائز طریقہ سے دولت کمانے کی ممانعت نہیں کی۔ لیکن یہ خواہش اگر خود غرضی اور عیش پرستی پر مبنی ہو اور اس کی تکمیل کے لیے جھوٹ' فریب' دھوکہ دہی ہی نہیں کھلے عام لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا راستہ بھی اختیار کیا جائے تو یہ راستہ نوع انسانی کی تباہی و بربادی کی راہ پر ڈال دیتا ہے۔ جس کی ہر صورت میں مزاحمت ہونی چاہیے۔ مروجہ جمہوریت کے خوشنما پردے میں درحقیقت یہی کام ہو رہا ہے' جس کا واضح ثبوت امریکہ اور یورپ کی کمزور ممالک کے خلاف فوج کشی اور لوٹ مار ہے۔

یہ کہنا کہ پاکستان جمہوریت کے بغیر نہیں رہ سکتا' محل نظر ہے۔ ویسے بھی جمہوریت کے حوالہ سے بھارت ہم سے کہیں آگے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا اور اسلام کی بنیاد پر ہی قائم رہ سکتا ہے۔ اس سے جمہوریت کی کامل نفی مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ نظام اسلام کا ہو' اس کے تحت جمہوریت اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اسلامی ریاست کے رہنما اسلامی اصولوں پر مشتمل جمہوریت یقیناً مطلوب ہے کہ یہی اسلامی طرز حکومت یعنی خلافت ہے۔ ہم مسلمان ہیں اور اللہ اور اُس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں اس لیے یہ ہمارا فرض منصبی بھی ہے کہ ہم یہاں اللہ کا دیا ہوا نظام قائم کریں جیسا کہ خود نبی ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے اپنی جان و مال کی قربانیاں دے کر کیا تھا۔

آخر میں مختصر طور پر اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے بارے میں یہ بتا دیں کہ اس سے کیا مراد ہے؟ اس سے سماجی سطح پر مراد یہ ہے کہ پیدائشی طور پر تمام انسان برابر ہیں اور سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ عزت اور شرافت کا معیار صرف تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔ معاشی سطح پر ہر شہری کو روزگار کے مساوی مواقع فراہم کرنا اور اس کی بنیادی ضروریات پوری کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے۔ سیاسی سطح پر حاکمیت اعلیٰ صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اور قانون کی رو سے تمام شہری برابر ہیں اور کوئی شخص بھی' خواہ صدر ہو یا وزیراعظم قانون سے بالاتر نہیں۔ لیکن اسلام کا یہ عادلانہ نظام اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتا جب تک یہاں کے عوام ایک قیادت میں متحد اور منظم ہو کر ایک پرامن مزاحمتی تحریک کے ذریعہ مروجہ باطل اور کرپٹ نظام کو جڑ سے نہیں اکھاڑ پھینکتے۔

ع فیصلہ ترا تیرے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم؟

❁ ❁

تنظیم	اسلامی	کا پیغام
نظام	خلافت	کا قیام

صلیبی جنگوں کے وقت

عالم اسلام کے حالات

اس سلسلے کی پہلی قسط شائع ہوئی تو راقم کو بورے والا سے ایک ٹیلی فون آیا۔ صاحب نے اپنا نام قدیر یا قادر بتایا اور کہا: ''میں تنظیم اسلامی سے تعلق رکھتا ہوں۔ میثاق اور ندائے خلافت کا خریدار ہوں اور باقاعدگی سے پڑھتا ہوں۔ صلیبی جنگوں کی تاریخ کا جو سلسلہ آپ نے شروع کیا ہے' وہ بہت اچھا اور بروقت ہے۔ لیکن آپ اس سلسلے کے آغاز ہی میں میدان جنگ میں پہنچ گئے ہیں۔ پہلی قسط ہی میں آپ نے عیسائیوں کی یلغار کے اسباب گنوائے ہیں۔ تاریخ کے صفحات شاہد ہیں کہ حملہ آور قومیں وہ ہوتی ہیں جو ابھرتے ہوئے سورج کی طرح طاقتور اور ترقی پذیر ہوتی ہیں' اور جن قوموں پر حملہ کیا جاتا ہے اور جن کو مفتوح کیا جاتا ہے' وہ کمزور اور زوال پذیر ہوتی ہیں۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ آپ پہلی قسط میں یہ بیان کرتے کہ اُس وقت دنیائے اسلام کے کیا حالات تھے۔ آج کی طرح جب اقوام مغرب نے متحد ہو کر مسلمانوں پر چڑھائی کی تھی' تو مسلمانوں کے حالات یقیناً کمزور اور پتلے ہوں گے۔ آپ نے سیدھے صلیبیوں کے حالات پر قلم اٹھایا ہے۔ پہلے آپ کو مسلمانوں کے حالات کی تصویر کھینچنا چاہیے تھی۔''

جن صاحب نے بھی ''تنظیم'' کے دفتر سے میرا فون نمبر لے کر ناصحانہ انداز میں گفتگو کی' ان کا ممنون ہوں کہ انہوں نے میرا قبلہ درست کر دیا۔ گزشتہ قسط کے بیان کو آگے بڑھانے سے پیشتر ہم اس قسط میں اُس وقت کے عالم اسلام کے حالات کا اجمالی نقشہ پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں (اگر بورے والا کے وہ صاحب جنہوں نے مجھے ٹیلی فون کیا تھا' یہ سطور پڑھ رہے ہوں تو اُن سے درخواست ہے کہ وہ ایک خط مجھے ''ندائے خلافت'' کی معرفت ارسال کریں۔ اُن کا شکریہ!)

●———●

مضمون کے تسلسل کو روک کر ہم فلسطین میں کچھ دیر کے لیے رُکتے ہیں' جس کے بائیں ہاتھ شام ہے اور دائیں ہاتھ عراق اور اس دائرے کا مرکز ہے شہر یروشلم یعنی بیت المقدس ہے۔ اس پورے خطے کو سرزمین انبیاء کہا جاتا ہے۔ حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت ہودؑ و صالحؑ، حضرت یوسفؑ و ایوبؑ، حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ، اور حضرت سلیمانؑ و عیسیٰؑ سب اسی سرزمین میں تولد ہوئے اور انہوں نے انسانوں کو توحید کی تبلیغ کی۔

فلسطین کی تاریخ کو اگر دنیا کی تاریخ کا خلاصہ کہا جائے تو کچھ بے جا نہ ہو گا۔ قدرت نے اسے محسنین انسانیت یعنی انبیائے کرامؑ کی تولدگاہ ہی نہیں بنایا، بلکہ دنیا کی تمام اقوام کی ملاقات گاہ بھی بنایا ہے۔ اس مختصر سے ملک نے یورپ' ایشیا اور افریقہ تین بڑے براعظموں کو ایک دوسرے سے علیحدہ رکھنے میں جغرافیائی کامیابی حاصل ہے۔ دنیائے انسانیت نے اس کے اس قدرتی احسان کا بدلہ یوں چکایا ہے کہ اِن براعظموں کی غالب و فاتح اقوام نے اسے رزم گاہ بنا دیا ہے۔ پہلے دن سے لے کر آج (حماس کی فتح تک) یہ سرزمین مسلسل و متواتر اقوام کی رزم گاہ چلی آ رہی ہے۔ بابلی' حطیطین' مصری' شامی' ایرانی' یونانی' رومی' اور مسلمانوں میں سے بھی ہر ایک غالب قوم' خواہ وہ عرب ہو یا

> **یروشلم تاریخ کے ایک تاریک غار سے برآمد ہو کر ایک سنگ مرمر کا معبد بن گیا' جو قیمتی پتھروں سے مرصع اور عالی شان ستونوں سے آراستہ تھا**

ترک' سب کے سب اپنی اپنی باری پر اِس ملک کو اپنے زیر تسلط رکھنے کے لیے جنگیں کرتے رہے ہیں۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا' تاریخ کے علاوہ مذہب نے بھی اپنے لیے اسی سرزمین کو سب سے زیادہ پسند کیا ہے' اور اسی رحمت نے اِس کی خاک کی جڑ تک کو انسان کے خون سے نہلا دیا ہے۔ مسلمان آج تک اس سرزمین کے ممنون اِحسان ہیں کہ اُن کا قبلۂ اوّل یہیں واقع و موجود ہے' لیکن اہل یورپ بڑے احسان فراموش نکلے کہ جہاں اُن کے روحانی مسیحا مسیحؑ کا فیضان اِس سرزمین مقدس سے اُن کے آخری ساحلوں تک پہنچا ہے' وہاں وہ اپنی تہذیب کی برکت بھی اسی سرزمین سے لے کر گئے ہیں' اس کے باوجود اِس خطے کے باشندوں کا ناطقہ بند کرنے اور رزق تک کا محتاج بنانے کے لیے ہمہ وقت سازش اور کوشش کرتے رہتے ہیں۔

حضرت مسیحؑ کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد تین سو برس سے زیادہ عرصے تک یروشلم سے عیسائیوں کو کوئی دلچسپی نہ تھی۔ عیسائی مؤرخ آرچر' جنہوں نے صلیبی جنگوں کی تاریخ لکھ رکھی ہے' لکھتے ہیں: ''پہلے عیسائیوں کے نزدیک یہ شہر اللہ کی رحمت اور محبت کی جگہ ہونے کی بجائے اُن کے غصہ و غضب کا مقام تھا۔ اُن کو یہ شہر حضرت مسیحؑ کے دوبارہ آنے کی جگہ ہونے کی بجائے موت کا منظر معلوم ہوتا تھا۔ لیکن 323ء میں قسطنطین اعظم کے عیسائیت قبول کرنے پر زمانہ بدل گیا۔ وہ سب سے پہلے عیسائی بادشاہ تھا۔ اُس نے روم کو ترک کر کے بازنطینا کو اپنا دارالسلطنت بنایا جو آج تک اُس کے نام کی رعایت سے قسطنطنیہ کہلاتا ہے۔ اُس کے عہد میں یروشلم کو اہمیت حاصل ہوئی اور وہ دنیا کے شہروں میں سر اٹھانے لگا۔'' فرانس کے مؤرخ میجاڈ (مصنف: ''تاریخ حروبِ صلیبیہ'' بہ زبان فرانسیسی') نے لکھا ہے: ''یروشلم گویا تاریخ کے ایک تاریک غار سے برآمد ہو کر ایک سنگ مرمر کا معبد بن گیا جو قیمتی پتھروں سے مرصع اور عالی شان ستونوں سے آراستہ تھا۔ یروشلم کی تعمیر و توسیع کے معاملے میں قسطنطین کی والدہ ملک سنٹ ہلینا نے اپنے بیٹے سے بھی زیادہ سرگرمی اور دلچسپی دکھائی۔ خود اُس نے ضعیف العمری میں یروشلم کا حج کیا' اور حضرت عیسیٰؑ کے مدفن (نام نہاد) یعنی یروشلم اور اُس کے نواح میں تمام مشہور مذہبی مقامات پر اور جناب مسیحؑ کے مولد ناصرہ پر عالیشان عمارتیں اور معابد تعمیر کرائے۔

مؤرخ آرچر عیسائی ہونے کے باوجود ان مقامات و آثار کے اصلی ہونے پر شبہ کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ محض مذہبی روایات کی بنیاد پر اِن مقامات کے ساتھ قصے کہانیاں چسپاں کر دیئے گئے ہیں' ورنہ حقیقت سے اِن کا کوئی تعلق نہیں۔ اپنے شبے کے ثبوت میں وہ دلیل پیش کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی اصلی صلیب کی بجائے ایک مصنوعی صلیب ایجاد کی گئی ہے' اور یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔ قسطنطین اعظم کے عہد سے یروشلم کے حج مقدس کے سفر کی رسم کا نشان ملتا ہے جو رفتہ رفتہ ترقی کرتی گئی، یہاں تک کہ چوتھی صدی کے اواخر تک اس قدر بڑھ گئی تھی کہ یروشلم میں غریب مسافروں کی امداد کے واسطے صدقے خیرات جمع کرنے کی ضرورت پیدا ہوئی۔ اس کے بعد پادری اور دوسرے عیسائی یروشلم میں جا کر آباد ہونے لگے۔

مؤرخ چاڈ اس وقت کے حالات کی تصویر کشی یوں کرتا ہے: ''روم کے نامی گرامی خاندانوں نے مسیحؑ کی قبر (نام نہاد) پر جا کر پناہ لی اور دریائے اردن کے کناروں پر اُن کو وہ آرام اور عافیت نصیب ہوئی تھی جو باقی دنیا میں مفقود تھی۔ یہ حال کئی صدیوں تک رہا اور یروشلم بہت پُر رونق اور آباد و شاد ہو گیا۔ لیکن ساتویں صدی کے آغاز میں خسرو ایران نے عراق' شام فلسطین اور مصر پر حملہ کیا اور یروشلم کو تاخت و تاراج کیا' مسیحؑ کے کلیساؤں اور گرجاؤں کی بے ادبی کی اور بہت سے عیسائی قیدیوں کے ساتھ صلیب بھی اٹھا کر لے گیا۔ ہرقل شہنشاہ روم دس برس تک ایرانیوں سے بدلہ لینے کی بے فائدہ کوشش کرتا رہا۔ بالآخر ایرانیوں کو شکست دینے میں کامیاب ہوا اور صلیب اُن کے قبضے

سے واپس لے آیا۔ بیت المقدس کے گلی کوچوں میں وہ ننگے پاؤں چلتا ہوا کالوری پہاڑی کی چوٹی پر صلیب کی لکڑی اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے پہنچا۔ اُس کی اس عظمت اور فتح مندی کے لیے شاہانِ یورپ نے اُس کو مبارک باد دی' لیکن ''مومنین'' کی یہ خوشی دیرپا ثابت نہ ہوئی' کیونکہ ایشیا کے ایک تاریک گوشے سے ایک نیا مذہب پیدا ہو رہا تھا۔''

اس نئے مذہب کے ظہور کے بارے میں دوسرے عیسائی مؤرخین مثلاً آرچر اور کنگسفورڈ بھی اپنی اپنی ''تاریخ کروسیڈ'' میں لکھتے ہیں: ''لیکن اُس وقت ایک نئی طاقت بڑھنی شروع ہو چکی تھی جو ایرانیوں اور رومیوں دونوں کو مٹا دینے والی تھی۔ ہرقل اپنی قسمت اور اقبال مندی کی معراج تک نہ پہنچا تھا کہ مکہ سے مدینے کی طرف محمد ﷺ کی ہجرت نے اسلامی دنیا کے لیے ایک نئے سنہ کا نشان قائم کر دیا تھا۔ دنیا کی کسی زبان میں ایسے الفاظ نہیں مل سکتے جن سے اس نئی امت کے معتقدین کے جوش اور سرگرمی کا ٹھیک ٹھیک بیان ہو سکے۔ حضرت محمد ﷺ کی رحلت کو ابھی کچھ دن بھی نہ گزر رہے تھے کہ مسلمانوں نے شام اور مصر کو فتح کر لیا تھا۔ ایرانی شہنشاہیت کو گرا دیا تھا اور اسلامی سلطنت قائم کر لی تھی۔ ایک صدی کے اندر اندر تفرقوں اور باہمی اختلافات کے باوجود اس نئے مذہب نے سندھ کے کناروں سے لے کر لائبر (فرانس) تک اپنا اثر پھیلا دیا۔ 717ء میں یوں معلوم ہوتا تھا کہ اہل روما کی تہذیب اور عیسائی مذہب دونوں باسفورس کے کناروں پر سے مٹ جائیں گی۔''

مسلمانوں کی ابتدائی فتوحات کے بارے میں مؤرخ مجاڈ لکھتا ہے: ''ایران اور شام کے مالک بن کر انہوں نے بہت جلد مصر پر بھی قبضہ کر لیا۔ اُن کی افواج کی فتح و نصرت کی موجیں افریقہ کے اندر تک جا پہنچیں۔ انہوں نے اپنے پیغمبر کا جھنڈا قرطاجنہ (کارتھیج) کے کھنڈروں پر گاڑ دیا اور ان کے ہتھیاروں اور نعروں کا خوف بحرظلمات کے کناروں تک پہنچ گیا۔ ہندوستان سے آبنائے کیڈیز اور بحیرۂ کاسپین سے لے کر اوقیانوس تک زبان' تہذیب' اطوار' مذہب' غرض ہر چیز تبدیل ہو گئی۔ بت پرستی اور بت گری مٹادی گئی۔ عیسائیت بڑی مشکل سے موجود تھی' اور خود یورپ بربادی کی دہلیز پر پہنچ چکا تھا۔ قسطنطنیہ نے جو مغرب کی طاقت کا پشت پناہ تھا' اپنی دیواروں کے نیچے مسلمانوں کی بے شمار فوجیں دیکھیں۔ بارہا خشکی اور سمندر کی طرف سے اس کا محاصرہ ہوا اور صرف یونانی آگ' بلغاریہ والوں کی امداد اور جہاز رانی میں مسلمانوں کی ناتجربہ کاری نے اس کو بچالیا۔

مسلمانوں کی ابتدائی' عظیم الشان اور بے نظیر فتوحات کی طرف اشارہ ہم نے عیسائی مؤرخین کے بیانات کی روشنی میں دانستہ کیا ہے' کیونکہ جب صلیبی جنگوں کا ذکر ہو اور یروشلم مرکز ہو' تو بہتر یہی ہے کہ شواہد عیسائیوں کی تاریخ اور اُن کے مؤرخین سے دستیاب ہوں۔ ہاں یروشلم مسلمانوں نے بھی فتح کیا تھا۔ مسلمانوں کی نظروں میں بھی یہ شہر ویسا ہی بیت المقدس تھا جیسا عیسائیوں اور یہودیوں کے نزدیک تھا۔ مسلمانوں کا قبلہ اوّل ہونے کے علاوہ اللہ کے آخری رسول ﷺ کے معراج کا مقام تھا' یہیں مسجد الاقصیٰ تھی۔ مسلمانوں کے لیے بھی یہ شہر محترم و مکرم اور مقدس و متبرک بنا دیا تھا' اور ہجرت نبوی ﷺ کے پندرھویں سال ہی میں 636ء میں مسلمانوں نے بیت المقدس کو اپنے قبضے میں لا کر اپنی تمنائیں پوری کر لی تھیں۔ لیکن مسلمانوں کی فتح خسرو ایران کی غارت گر فتح سے مختلف تھی۔ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں' جب کہ مسلمانوں کی فتح و ظفر کے جھنڈے ہر ایک سمت میں لہرا رہے تھے' اس خطے میں سب سے نامی گرامی اور آزمودہ مسلمان سپہ سالار رومیوں سے قسمت آزمائی کر رہے تھے۔ خالد بن ولیدؓ، عمرو بن العاصؓ، ابو عبیدہ بن الجراحؓ، شرجیلؓ، سب اس خطے میں جنگ آزما تھے۔ اجنادین کی شکست نے رومیوں کی قسمت کا فیصلہ کر دیا۔

رومی جرنیل نے یروشلم میں کہیں پناہ نہ دیکھی تو اس کو بے پناہ چھوڑ کر مصر کی طرف بھاگا اور شہر بطریق صفرونیوس (Sophronious) کے سپرد کر دیا۔ اُس نے اس کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا کہ یروشلم مسلمانوں کے حوالے کر دے' مگر ایک شرط پیش کی کہ چونکہ یہ پوری انسانیت کے لیے ایک پاک اور مقدس مقام ہے' اس لیے میں یہ شہر خلیفۃ المسلمین کے سوا اور کسی کے سپرد نہ کروں گا اور صلح کے لیے معززین شہر کو سفید علم کے ہمراہ مسلمانوں کے پاس بھیجا اور صلح چاہی۔ حضرت عمرو بن العاصؓ کا پیغام مدینہ پہنچا تو حضرت عمرؓ نے مسجد نبویؐ میں مسلمانوں کی مجلس مشاورت کے دوران میں خود بیت المقدس جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ حضرت عثمانؓ نے آپ کی رائے سے اختلاف کیا' لیکن حضرت علیؓ نے تائید کی اور فرمایا: ''مسلمان فوجی سخت پریشان ہیں۔ انہوں نے موسم کی سختی' جنگ اور طویل مسافرت کی غیر معمولی مشقت برداشت کی ہے' بہتر ہے کہ آپؓ تشریف لے جائیں' انہیں تسلی ہوگی''۔ حضرت عمرؓ نے اس رائے سے اتفاق کیا اور حضرت عثمانؓ کو اپنا نائب مقرر کر کے خود روانہ ہو گئے۔

اپنے وقت کا یہ طاقتور ترین اور وسیع مملکت کا حکمران ایک اونٹنی پر سوار ہوا اور مدینہ منورہ سے قبلہ اوّل کی طرف اس شان سے روانہ ہوا کہ اونٹنی پر دو تھیلے لٹک رہے تھے۔ ایک میں ستو اور دوسرے میں کھجوریں۔ سامنے پانی کا مشکیزہ تھا اور ایک کشکول میں زادِ راہ۔ اُسی اونٹنی پر آپؓ کا خادم بھی سوار تھا۔ ایک منزل پر آپؓ سوار ہوتے اور خادم پیدل چلتا۔ دوسری منزل خادم اونٹنی پر سوار ہوتا اور آپ نکیل پکڑ کر آگے آگے چلتے۔ چنانچہ جب آپؓ بیت المقدس پہنچے تو آپؓ کا خادم سوار تھا اور اونٹنی کی نکیل آپ کے ہاتھ میں تھی۔

اس طویل روحانی سفر اور بیت المقدس پر مسلمانوں کے قبضے کی تفصیل ہم نے ''ندائے خلافت کے فلسطین نمبر'' میں فراہم کر رکھی ہے' یہاں ہمارا موضوع سخن وہ ''معاہدہ'' ہے جو پوری انسانیت کی تاریخ کا طغرائے امتیاز' مسیحیت کی تاریخ کا عبرت آموز باب اور اسلام کی تاریخ کا ورق زریں ہے۔ یہ معاہدہ اہل یروشلم اور مسلمانوں کے مابین فتح بیت المقدس کے بعد ضبط تحریر میں آیا۔ اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان بین الاقوامی معاہدہ

یہ تحریر اقرار نامہ ہے بیت المقدس کے عیسائی باشندگان کی جانب سے حضرت عمرؓ بن الخطاب خلیفۃ المسلمین کے نام

جب آپ ہم پر غالب آئے' ہم نے آپ کی اطاعت منظور کی اور ہم نے اپنے آپ کو' اپنے بال بچوں' اپنے ہم مذہبوں اور اپنے مقبوضات کو آپ کے حوالے کر دیا' اور آپ نے عہد کیا کہ چھوٹے بڑے گرجوں' خانقاہوں اور راہبوں کے حجروں میں کسی قسم کی مداخلت نہ ہوگی' نہ اُن میں سکونت اختیار کی جائے گی' نہ یہ ڈھائے جائیں گے۔ ان میں کوئی ایسا شخص نہ رہ سکے گا جو مسلمانوں کا مخالف ہو۔ ان میں مسلمان ہر وقت داخل ہو سکیں گے۔ مسافروں اور سیاحوں کے لیے ان کے دروازے کھلے رہیں گے۔ اگر کوئی مسافر ان میں رہنا چاہے گا تو اسے تین دن تک بطور مہمان کھانا اور جگہ دیں گے۔ اُسے اپنے گرجاؤں میں کسی راز کے معلوم کرنے سے نہیں روکیں گے اور اس سے کوئی بات پوشیدہ نہ رکھیں گے۔ مسلمانوں کی ہر جگہ تعظیم کریں گے۔ لباس' پٹکے' صافے' زیر پایا سر کی مانگ میں مسلمانوں سے مشابہت نہ کریں گے۔ اُن کی زبان میں کچھ نہیں لکھیں گے نہ اپنے آپ کو اُن کے خطابوں سے پکاریں گے۔ سواری میں گھوڑوں پر زین نہیں کسیں گے۔ اپنی تلواریں پہلوؤں کے ساتھ نہیں لٹکائیں گے۔ تیر کمان' تلوار' یا لاٹھی لے کر نہیں نکلیں گے۔ اپنی انگوٹھی پر عربی رسم الخط میں کچھ نہیں کھدوائیں گے۔ شراب فروخت نہیں کریں گے۔ اپنی پیشانیاں منڈوائیں گے اور ان پر کپڑا باندھیں گے۔ کمر میں زیادہ چوڑا پٹکا استعمال نہیں کریں گے۔ اپنی عبادت گاہوں کے باہر صلیب نہیں لگائیں گے۔ شارع عام یا مسلمانوں کے راستوں میں یا ان کی کاروباری جگہوں میں صلیبوں کا مظاہرہ نہیں کریں گے۔ گھنٹے زور سے نہیں بجائیں گے۔ اپنے مردوں پر نوحہ نہیں کریں گے۔ مسلمانوں کی گزرگاہوں یا شارع عام میں چراغاں یا اسی قسم کی آرائش وغیرہ نہیں کریں گے۔ اپنی میتوں کو مسلمانوں کے قریب نہیں لے جائیں گے۔ غلام جو مسلمان ہوگا' اُسے پھر اپنے پاس نہیں رکھیں گے' نہ اُس کے گھر کی طرف نگاہ کریں گے۔ اور ایلیا (بیت المقدس) میں ہمارے ساتھ یہودی نہیں رہنے پائیں گے۔''

یہودیوں کے بارے میں یہ آخری فقرہ عیسائی بطریق صفرونیوس نے باصرار لکھوایا تھا۔ اس معاہدے پر حضرت عمرؓ نے مہر لگائی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان نے دستخط کیے، اور یہ معاہدہ 15 ہجری (636ء) میں لکھا گیا۔

شہریوں کے امن اور سلامتی کی ضمانت کے طور پر جو جزیہ لگایا گیا' اُس کی شرح یہ تھی: پانچ دینار امراء پر۔ چار دینار متوسط الحال پر' اور تین دینار ادنیٰ طبقے کے لوگوں پر فی کس سالانہ۔ بوڑھے' نابالغ اور خواتین جزیے سے مستثنیٰ رکھے گئے۔ (جاری ہے)

خلفائے راشدین کا تصور حکومت

مرسلہ: قاضی عبدالقادر

خلفائے راشدین کا تصور حکومت کیا تھا' فرمانروا ہونے کی حیثیت سے یہ اپنے مقام اور اپنے فرائض کے متعلق کیا خیال رکھتے تھے' اور اپنی حکومت میں کس پالیسی پر عامل تھے' ان چیزوں کو انہوں نے خود خلافت کے منبر سے تقریریں کرتے ہوئے برسرِ عام بیان کر دیا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کی پہلی تقریر جو انہوں نے مسجد نبویؐ میں عام بیعت کے بعد کی' اس میں وہ فرماتے ہیں:

''میں آپ لوگوں پر حکمران بنایا گیا ہوں حالانکہ میں آپ کا سب سے بہتر آدمی نہیں ہوں۔ اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' میں نے یہ منصب اپنی رغبت اور خواہش سے نہیں لیا ہے۔ نہ میں یہ چاہتا تھا کہ کسی دوسرے کے بجائے یہ مجھے ملے۔ نہ میں نے کبھی خدا سے اس کے لیے دعا کی۔ نہ میرے دل میں کبھی اس کی حرص پیدا ہوئی۔ میں نے تو اسے بادلِ ناخواستہ اس لیے قبول کیا ہے کہ مجھے مسلمانوں میں فتنۂ اختلاف اور عرب میں فتنۂ ارتداد برپا ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ میرے لیے اس منصب میں کوئی راحت نہیں ہے' بلکہ یہ ایک بارِ عظیم ہے جو مجھ پر ڈال دیا گیا ہے' جس کے اُٹھانے کی طاقت مجھ میں نہیں ہے' الا یہ کہ اللہ ہی میری مدد فرمائے۔ میں یہ چاہتا تھا کہ میرے بجائے کوئی اور یہ بار اُٹھالے۔ اب بھی اگر آپ لوگ چاہیں تو اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے کسی اور کو اس کام کے لیے چن لیں' میری بیعت آپ کے راستے میں حائل نہ ہوگی۔ آپ لوگ اگر مجھے رسول اللہ ﷺ کے معیار پر جانچیں گے اور مجھ سے وہ توقعات رکھیں گے جو حضور ﷺ سے آپ رکھتے تھے تو میں اس کی طاقت نہیں رکھتا' کیونکہ وہ شیطان سے محفوظ تھے اور ان پر آسمان سے وحی نازل ہوتی تھی۔ اگر میں ٹھیک کام کروں تو میری مدد کیجئے' اگر غلط کام کروں تو مجھے سیدھا کر دیجئے۔ سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت۔ تمہارے درمیان جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے یہاں تک کہ میں اس کا حق اسے دلواؤں اگر اللہ چاہے اور تم میں سے جو طاقتور ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے یہاں تک کہ میں اس سے حق وصول کروں اگر اللہ چاہے۔ کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی قوم اللہ کی راہ میں جدوجہد چھوڑ دے اور اللہ اس پر ذلت مسلط نہ کر دے' اور کسی قوم میں فواحش پھیلیں اور اللہ اس کو عام مصیبت میں مبتلا نہ کر دے۔ میری اطاعت کرو جب تک میں اللہ اور رسول کا مطیع ہوں اور اگر میں اللہ اور رسول کی نافرمانی کروں تو میری کوئی اطاعت تم پر نہیں ہے۔ میں پیروی کرنے والا ہوں' نئی راہ نکالنے والا نہیں ہوں۔''

حضرت عمرؓ اپنے ایک خطبہ میں فرماتے ہیں:

''لوگو! کوئی حق والا اپنے حق میں اس مرتبے کو نہیں پہنچا ہے کہ اللہ کی معصیت میں جس کی اطاعت کی جائے...... لوگو! میرے اوپر تمہارے جو حقوق ہیں وہ میں تم سے بیان کیے دیتا ہوں' ان پر تم مجھے پکڑ سکتے ہو۔ میرے اوپر تمہارا یہ حق ہے کہ میں تمہارے خراج اللہ کے عطا کردہ فے میں سے کوئی چیز نہ وصول کروں مگر قانون کے مطابق' اور میرے اوپر تمہارا یہ حق ہے کہ جو کچھ مال اس طرح میرے پاس آئے اس میں سے کچھ نہ نکلے مگر حق کے مطابق۔''

حضرت علیؓ نے فرمایا: حکام کا رعیت سے پردہ کرنا نظر کی تنگی اور علم کی کمی کا ایک شاخسانہ ہے۔ اس پردے کی وجہ سے ان کو صحیح حالات معلوم نہیں ہوتے۔ اچھائی ان کے سامنے برائی بن کر آتی ہے اور برائی اچھائی کی شکل اختیار کر لیتی ہے

حضرت ابوبکرؓ جب شام و فلسطین کی مہم پر حضرت عمرو بن العاصؓ کو روانہ کر رہے تھے' اس وقت انہوں نے جو ہدایات ان کو دیں ان میں وہ فرماتے ہیں:

''اے عمرو! اپنے کھلے اور چھپے ہر کام میں اللہ سے ڈرتے رہو اور اُس سے حیا کرو' کیونکہ وہ تمہیں اور تمہارے ہر عمل کو دیکھ رہا ہے...... آخرت کے لیے کام کرو اور اپنے ہر عمل میں اللہ کی رضا کو پیش نظر رکھو۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس طرح پیش آؤ جیسے وہ تمہاری اولاد ہیں۔ لوگوں کے راز نہ ٹٹولو اور ان کے ظاہر پر ہی ان سے معاملہ کرو...... اپنے آپ کو درست رکھو' تمہاری رعیت بھی درست رہے گی۔''

حضرت عمرؓ جن لوگوں کو عامل بنا کر کہیں بھیجتے تھے ان کو خطاب کر کے فرماتے:

''میں تم لوگوں کو امت محمد ﷺ پر اس لیے عامل مقرر نہیں کر رہا ہوں کہ تم ان کے بالوں اور ان کی کھالوں کے مالک بن جاؤ' بلکہ میں اس لیے تمہیں مقرر کرتا ہوں کہ تم نماز قائم کرو' لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کرو اور عدل کے ساتھ ان کے حقوق تقسیم کرو۔''

حضرت عثمانؓ نے بیعت کے بعد جو پہلا خطبہ دیا اس میں انہوں نے فرمایا:

''سنو! میں پیروی کرنے والا ہوں' نئی راہ نکالنے والا نہیں ہوں۔ جان لو کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی پیروی کرنے کے بعد تین باتیں ہیں جن کی پابندی کا میں تم سے عہد کرتا ہوں۔ ایک یہ کہ میری خلافت سے پہلے تم نے باہمی اتفاق سے جو قاعدے اور طریقے مقرر کیے تھے ان کی پیروی کروں گا۔ دوسرے یہ کہ جن معاملات میں پہلے کوئی قاعدہ مقرر نہیں ہوا ہے ان میں سب کے مشورے سے اہل خیر کا طریقہ مقرر کروں گا۔ تیسرے یہ کہ تم سے اپنے ہاتھ روکے رکھوں گا جب تک کہ تمہارے خلاف کوئی کارروائی کرنا قانون کی رو سے واجب نہ ہو جائے۔''

حضرت علیؓ نے حضرت قیس بن سعدؓ کو مصر کا گورنر مقرر کر کے جو فرمان اہل مصر کے نام بھیجا تھا' اس میں وہ فرماتے ہیں:

''خبردار رہو! تمہارا ہم پر یہ حق ہے کہ ہم اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کے مطابق عمل کریں اور تمہارے معاملات کو اللہ کے مقرر کردہ حق کے مطابق چلائیں' اور نبی ﷺ کی سنت کو نافذ کریں' اور تمہارے در پردہ بھی تمہارے ساتھ خیر خواہی کریں۔''

اس فرمان کو مجمع عام میں سنانے کے بعد حضرت قیسؓ بن سعد نے اعلان کیا کہ ''اگر ہم اس طریقہ پر تمہارے ساتھ برتاؤ نہ کریں تو ہماری کوئی بیعت تم پر نہیں ہے۔''

ایک گورنر کو حضرت علیؓ نے لکھا:

''اپنے اور رعیت کے درمیان لمبے چوڑے پردے حائل نہ کرو۔ حکام کا رعیت سے پردہ کرنا نظر کی تنگی اور علم کی کمی کا ایک شاخسانہ ہے۔ اس پردے کی وجہ سے ان کو صحیح حالات معلوم نہیں ہوتے' چھوٹی باتیں ان کے لیے بڑی بن جاتی ہیں اور بڑی باتیں چھوٹی ہو جاتی ہیں' اچھائی ان کے سامنے برائی بن کر آتی ہے اور برائی

اچھائی کی شکل اختیار کر لیتی ہے، اور حق باطل کے ساتھ خلط ملط ہو جاتا ہے۔''

یہ حضرت علیؓ کا محض قول ہی نہ تھا بلکہ اُن کا عمل بھی اسی کے مطابق تھا۔ کوفہ کے بازاروں میں خود درّہ لے کر نکلتے، لوگوں کو برائیوں سے روکتے، بھلائیوں کی تلقین کرتے اور تاجروں کی ایک ایک منڈی کا چکر لگا کر یہ دیکھتے تھے کہ وہ کاروبار میں بددیانتی تو نہیں کر رہے ہیں۔ اس روزہ مرہ کی گشت میں کوئی اجنبی آدمی ان کو دیکھ کر یہ اندازہ نہیں کر سکتا تھا کہ یہ بلادِ اسلام کا خلیفہ اس کی آنکھوں کے سامنے پھر رہا ہے، کیونکہ نہ ان کے لباس سے بادشاہی کی شان ظاہر ہوتی تھی اور نہ ان کے آگے کوئی چوبدار ہٹو بچو کہتا پھرتا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے برسرِ عام اعلان کیا کہ ''میں نے اپنے عاملوں کو اس لیے نہیں بھیجا ہے کہ وہ تم لوگوں کو پیٹیں اور تمہارے مال چھینیں، بلکہ اس لیے بھیجا ہے کہ تمہیں تمہارا دین اور تمہارے نبی کا طریقہ سکھائیں۔ جس شخص کے ساتھ اِس کے خلاف عمل کیا گیا ہو وہ میرے پاس شکایت لائے، اللہ کی قسم میں اس سے بدلہ لوں گا۔'' اس پر حضرت عمرو بن العاصؓ (مصر کے گورنر) نے اٹھ کر کہا: ''اگر کوئی شخص مسلمانوں کا والی ہو اور تادیب کی غرض سے کسی کو مارے تو کیا آپ اس سے بدلہ لیں گے!'' حضرت عمرؓ نے جواب دیا: ''ہاں! اللہ کی قسم میں اس سے بدلہ لوں گا۔ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو اپنی ذات سے بدلہ دیتے دیکھا ہے۔''

ایک اور موقع پر حضرت عمرؓ نے اپنے تمام گورنروں کو حج میں طلب کیا اور مجمع عام میں کھڑے ہو کر کہا کہ اِن لوگوں کے خلاف جس شخص کو کسی ظلم کی شکایت ہو وہ پیش کرے۔ پورے مجمع میں سے صرف ایک شخص اٹھا اور اس نے حضرت عمرو بن العاصؓ کی شکایت کی کہ انہوں نے ناروا طور پر مجھے سو کوڑے لگوائے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اٹھو اور ان سے اپنا بدلہ لے لو۔ عمرو بن العاصؓ نے احتجاج کیا کہ آپ گورنروں پر یہ دروازہ نہ کھولیں۔ مگر انہوں نے کہا کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو خود اپنے آپ سے بدلہ دیتے دیکھا ہے، اے شخص اُٹھ اور اپنا بدلہ لے لے۔'' آخر کار عمرو بن العاصؓ کو ہر کوڑے کے بدلے دو اشرفیاں دے کر اپنی پیٹھ بچانی پڑی۔

تم ہو آپس میں غضب ناک، وہ آپس میں رحیم
تم خطا کار و خطابیں، وہ خطا پوش و کریم
چاہتے سب ہیں کہ ہوں اوجِ ثریا پہ مقیم
پہلے ویسا کوئی پیدا تو کرے قلبِ سلیم
(اقبالؒ)

عصرِ حاضر کے مسلمان سے خطاب

انجینئر عبدالرزاق اویسی

کفر کے توڑ کا تجھ کو یارا نہیں
تو نے محبوب کا روپ دھارا نہیں
تو نے کردار اپنا سنوارا نہیں
خالی مدحت خدا کو گوارا نہیں
قعرِ ذلت میں تیری خودی یوں گری
خوفِ طاغوت میں ساری امت گھری
ایسے غارت ہوئی تجھ سے غیرت تری
کہ تری راکھ میں اب شرارا نہیں
تیرے ہوتے ہوئے ظلم ہے جور ہے
تیری تاریخ کا یہ سیاہ دور ہے
تیرا تن در حرم مَن کہیں اور ہے
تو تماشائی ہے بزم آرا نہیں
گلشنِ دین پہ چھا گئی یوں خزاں
چھین لی کفر نے ہم سے روحِ اذاں
حبِ آقاؐ میں گرچہ ہیں رطب اللساں
انؐ سی صورت یا سیرت گوارا نہیں
ہو گیا نظمِ اسلام زیر و زبر
ظلم ہے چار سُو، ہر طرف ہے جبر
رنج و غم سے نہیں ہے کسی کو مفر
ہے یہاں کون جو غم کا مارا نہیں
ہو زباں سے اگرچہ کہیں لا الٰہ
قلب میں جاگزیں ہے مگر ما سوا
آپؐ کی ہر ادا پہ نہ ہو جو فدا
اس میں حبِ نبیؐ کا حرارہ نہیں
ہم اٹھائیں قدم آپؐ کی مان کے
ہم رہیں منسلک انؐ کے دامان سے
نعت لکھنا ہے خونِ رگِ جان سے
خالی سُر، لَے سے ہو گا گزارہ نہیں
دامنِ دل سے باطل جھٹکتے رہو
جذب و مستی میں ڈوبو، ابھرتے رہو
اس کی موجوں سے سر کو پٹکتے رہو
یہ سمندر ہے جس کا کنارا نہیں
موج میلوں میں گر تو نے جاں ہار دی
لاج رکھی نہ تو نے اگر پیار کی
کام دے گی نہ مدحت رخِ یار کی
گیسوئے یار کو گر سنوارا نہیں
تیرے قلبِ حزیں کی قلعی یوں کھلے
تو گلے جب ملے دور ہوں سب گلے
جان کے مول بھی وصلِ جاناں ملے
اس تجارت میں کوئی خسارا نہیں
یوں رضائے الٰہی میں ہو جاؤ ضم
سر اوامر نواہی پہ ہو جائے خم
حرمتِ دین کی خاطر اٹھے ہر قدم
کہ سوا اس کے اب کوئی چارہ نہیں
ہو گئی بات لمبی جو تھی مختصر
ہے زیاں سے تو ہر حال میں بے خطر
جاں لُٹا دے اویسی تو گر دین پر
جان دے کے بھی بازی تو ہارا نہیں

امت مسلمہ کی حالت زار

پس چہ باید کرد

بنت خالد رحیم

آج سے ٹھیک چودہ سو سولہ برس قبل حج اکبر کے دن ہمارے جان سے پیارے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: اے مسلمانو! میں بہت جلد اپنے رب کے پاس جا رہا ہوں' شاید اگلے سال میں تم سے نہ مل سکوں۔ ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ میں نے تم لوگوں میں دو چیزیں چھوڑی ہیں' جب تک تم انہیں مضبوطی سے تھامے رکھو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ (اور یہ دو چیزیں ہیں) اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت۔ مطلب یہ تھا کہ اے مومنو! غم مت کرو میں تمہیں بے آسرا چھوڑ کر نہیں جا رہا۔ میرے بعد تمہارا رہنما اور سہارا یہ قرآن ہے جو ہمیشہ تمہارے پاس محفوظ رہے گا اور اس کے ساتھ میری زندگی کا مکمل نمونہ بھی ہے یعنی میری سنت جو لوگ ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رکھیں گے وہ کبھی گمراہ نہیں ہوں گے اللہ تعالیٰ انہیں دنیا کے ساتھ آخرت میں عزت وکامرانی عطا فرمائے گا...... مگر جو ان کو چھوڑ دیں گے انہیں زمین و آسمان میں کہیں پناہ نہ ملے گی اور وہ دنیا اور آخرت میں ذلیل وخوار ہو کر رہیں گے!

یہ نبی مکرم ﷺ کی آخری پکار تھی جو لاکھوں لوگوں کے مجمع نے سنی۔ اس پر آپؐ نے تین بار اللہ کو گواہ ٹھہرایا اور اعلان فرمایا کہ میری یہ بات ان سب انسانوں تک پہنچا دی جائے جو یہاں موجود نہیں ہیں۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ آواز ہم تک نہیں پہنچی؟ یہ پکار پوری قوت کے ساتھ ہم تک پہنچی ہے لیکن ہم نے اپنی غفلت اور غیروں کے سازش کی وجہ سے اس پر کان نہیں دھرے' ہمیں ایسی دلچسپیوں اور الجھنوں میں ڈال دیا گیا ہے جن سے ساری زندگی چھٹکارا نہیں ملتا۔ مثال کے طور پر طاقتور میڈیا نے ہمیں ناکارہ بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی' بلکہ ہر نئی ایجاد ہمیں فائدہ پہنچانے کی بجائے اخلاقی وعملی بگاڑ میں مزید اضافہ ہی کرتی ہے۔ ہم سب اچھی طرح جانتے ہیں کہ کیبل اور انٹرنیٹ وغیرہ ہمارے معصوم بچوں کے اخلاق وکردار کو تباہ کر رہے ہیں مگر اس کے باوجود ہم ان کا درست استعمال کرنے کے بجائے محض اپنی عیش وتفریح کے نام پر اسے ایک جال کی طرح پھیلاتے جا رہے ہیں۔

تعلیم کی اہمیت پر بھی بہت زور دیا جاتا ہے لیکن حقیقت میں ہم اپنی جڑیں کاٹ رہے ہیں۔ انگریزی ایک بین الاقوامی زبان کا درجہ اختیار کر چکی ہے۔ یہ اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔ لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ اس کو حاصل کرنے کے لیے اپنی خودی اور وقار کی تحقیر وتوہین لازمی ہو گئی ہے۔ ہم اپنے بچوں کو اپنی زبان بولنے سے پہلے

مسلمانو! نبی اکرم ﷺ کے پاکیزہ طرزِ زندگی کو اپنائیے اور دین حق کی سربلندی کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیجئے اسی صورت میں دشمنوں کی سازشیں ناکام ہوں گی

انگریزی سٹائل میں ڈھلا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہم نے اپنی زبان کو اتنا بے توقیر بنا لیا ہے کہ بچوں کو سوچنے کے لیے بھی انگلش کا سہارا دینا چاہتے ہیں۔ اغیار کی مرعوبیت نے ہمیں دین تو کیا دنیوی مفاد سے بھی بیگانہ کر دیا ہے اور ہم ہنسی خوشی تباہی کے گڑھے کی جانب سرپٹ بھاگے جا رہے ہیں۔ زبان اور تہذیب سے کٹ جانے کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم اپنی شناخت کھو کر بے توقیر و بے وقعت ہو گئے ہیں۔ ہمیں اس سے بھی کوئی غرض نہیں رہی کہ ہمارا قرآن اور پیارے نبی ﷺ کی سنت ہمیں کیسا مسلمان بنانا چاہتے ہیں۔ اس طرح ہم اپنی قیمتی زندگی ضائع کر رہے ہیں۔ آج پوری ملت اسلامیہ اسی بے چارگی و بے حسی کی تصویر پیش کر رہی ہے۔ چونکہ ہم نے اپنے نبی ﷺ کی پکار کو سننے سے عملاً انکار کر دیا' لہٰذا آج کہیں ہمارے لیے جائے پناہ نہیں۔

دشمن کو کسی قوم کو تباہ کرنے کے لیے ایسے ہی موقع کی تلاش ہوتی ہے۔ اس نے بڑھتے بڑھتے یہاں تک قدم بڑھا دیے جس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اُس نے ہمارے نیک اور صالح عنصر کو تو نشانے پر رکھا ہی ہوا تھا مگر آنحضور ﷺ کی ذاتِ اقدس پر بھی ایسا حملہ کر بیٹھا جو ہماری برداشت سے باہر ہو رہا ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے دل کو اچھی طرح ٹٹولیں اور غور کریں کہ حرمت نبی ﷺ پر کٹ مرنے کی تڑپ جو ہماری روح میں بیدار ہوئی ہے' ہم سے کس بات کا تقاضا کر رہی ہے۔ ہم جو غیروں کی طرف سے آپؐ کی شان میں گستاخی کو برداشت نہیں کر پا رہے مگر کیا ہی آپؐ کی پاکیزہ طرز زندگی کی عملاً نفی کر کے گستاخی کے مرتکب تو نہیں ہو رہے؟ وہ تو غیر ہیں' متعصب ہیں' اُن سے ایسی ہی توقع کی جا سکتی ہے مگر ہم تو حامل قرآن وسنت ہیں۔ ہمیں دنیا والوں کی رہنمائی کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ اللہ کی زمین پر اللہ کا عطا کردہ نظام امن وسلامتی کا ضامن ہو سکتا ہے۔ ہم اس اصولی پیغام کو کیوں اہمیت نہیں دے رہے۔

آیئے! آج' ہم یہ اہم فیصلہ کر لیں کہ قرآن کو سبقاً سبقاً سمجھنا شروع کریں گے' اس نورِ ہدایت سے اپنے دل و دماغ اور وجود کو روشن اور منور کریں گے' پھر اپنے گھر اور معاشرت کو اسی روشنی میں چمکانا شروع کریں گے اس طور سے کہ ہماری خوشیاں اور غم اسی سے وابستہ ہو جائیں۔

توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے ردعمل میں جو تڑپ ہمارے اندر جاگی ہے' یہ ہمارے زندہ ہونے کی دلیل ہے۔ اس زندگی کی بیدار ہوتی رمق کو لاحاصل نہ جانے دیں بلکہ نبی اکرم ﷺ کے پاکیزہ طرزِ زندگی کو اپنائیں اور دین حق کی سربلندی کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیں۔ اسی صورت میں دشمنوں کی ناپاک سازشیں ناکام ہوں گی اور پھر سے اُن کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ودبدبہ قائم ہو گا۔

بقیہ: کالم آف دی ویک

بہبود آبادی کے مہلک ترین ہونے پر بہ وضاحت شہادتیں سامنے لا رہے ہیں مگر ''نہ جنبد میاں گل محمد۔''

نظام عدل کا فقدان اور لاقانونیت کا راج بھی پاکستان کا سنگین مسئلہ ہے۔ یہ عدل کا فقدان ہی تو ہے کہ نہ جان محفوظ ہے نہ مال اور نہ ہی عزت وعصمت محفوظ۔ ''کتے کھلے ہیں اور پتھر بندھے ہیں۔'' اس کے نتیجے میں قتل وغارت گری ہے' مال وجان اور عزت وعصمت پر ڈاکے روزمرہ کا معمول بن چکے ہیں اور حکومت کے تمام تر دعوے اور ''آہنی ہاتھ'' ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کی تصویر پیش کر رہے ہیں۔ علماء وصلحاء امت بجائے اس کے کہ مسائل حل کرتے خود بہت بڑا مسئلہ بن چکے ہیں کہ علمۃ الناس کو اتحاد ملت اور مذہبی رواداری کا سبق دینے کے بجائے انہیں مخصوص مسالک کے خول میں بند رکھنے پر مصر دیکھے جاتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ' ہمارے دینی مدارس نے اپنے اپنے ہاں لوگوں کو دیوبندی' بریلوی' اہل حدیث اور شیعہ تو یقیناً بنایا ہے مگر مسلمان بنانے پر توجہ نہیں دی۔ ہم مسالک کی نفی نہیں کرتے' تنقیص ہمارا مدعا نہیں ہے مسالک مختلف رنگوں کا گلدستہ ہیں جس کی مخصوص خوشبو ہے بشرطیکہ یہ پھولوں کا گلدستہ ہی رہے کانٹے دار شاخوں میں تبدیل نہ ہوں۔ (بشکریہ: روزنامہ انصاف) (جاری ہے)

اسلام اور دورِ حاضر کے مسائل

عبدالرشید ارشد

اسلام اور دورِ حاضر کے مسائل پر بات آگے بڑھانے کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے پیش آمدہ مسائل کا جائزہ لیا جائے۔ پھر ان مسائل کے اسباب وعلل پر بات کر لی جائے اور ان مسائل سے ملک وملت کو ہونے والے قابل تلافی اور ناقابل تلافی نقصانات کا جائزہ لیا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ اسلام ان کا کیا حل پیش کرتا ہے۔ اس طرح اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے موضوع کا کچھ نہ کچھ حق ادا ہو سکے گا۔

مسائل کی ترتیب وار فہرست بنائیں تو انہیں یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔

- ☆ نظریۂ پاکستان کے برعکس نظام تعلیم جس میں مخلوط طرز تعلیم کا بھی حصہ ہے۔
- ☆ سماجی' معاشرتی اور اخلاقی اقدار پر پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے تباہ کن اثرات۔
- ☆ معاش ومعیشت کا روز بروز تنگ ہوتا دائرہ اور اس پر سودی نظام کے تاریک سائے۔
- ☆ صحت بناؤ کے نام پر صحت بگاڑ پالیسیوں کی بھرمار، اغیار کے ایجنڈے پر تسلسل سے جاری کام۔
- ☆ نظام عدل وانصاف کا فقدان' لاقانونیت کا راج۔
- ☆ علماء وصلحا امت میں اتحاد ورواداری کا فقدان اور دشمن کے حملوں سے عدم توجہ۔

اگرچہ زندگی یا عملی زندگی بذات خود بہت بڑا مسئلہ ہے' جب یہ الل ٹپ ہو' مگر جب اس مسئلے کو دیگر مسائل بھی درپیش ہوں تو پھر زندگی میں سکون واطمینان اور فراخی نام کی کوئی چیز دیکھنے میں نہیں آتی۔ یہی کچھ گردوپیش ہم دیکھ رہے ہیں' تجربہ کر رہے ہیں کہ چہار سو بے اطمینانی' عدم تحفظ اور افراتفری کا راج ہے۔ ہر شخص کی جھولی مسائل سے بھری ہوئی ہے' جسے وہ لیے پھر رہا ہے مگر حل نہیں کر پا رہا۔

14 اگست 1947ء کو اسلام کے نظریۂ حیات کی خاطر آزادی کے لیے لڑی جانے والی جنگ اور تاریخ کی بہت بڑی ہجرت کے بعد اسلامی جمہوریہ پاکستان معرض وجود میں آئی تھی۔ بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی زندگی نے وفا نہ کی اور وہ رہنمائی کے ساتھ اچھی بنیاد دیے بغیر خالق حقیقی کے روبرو پیش ہو گئے۔ بعد میں ان کی ٹیم وہ مقصد حاصل کرنے میں کبھی مستعد نہ دیکھی گئی جس کے لیے پاکستان حاصل کیا گیا تھا۔ پاکستان کی تخلیق کی تہہ میں مقصد کو اس سے ہم آہنگ صرف نظام تعلیم کر سکتا تھا مگر لارڈ میکالے کی ذریت نے قدم قدم پر اسے اصل راستے سے دور لے جانے میں اہم کردار ادا کیا۔

تعلیم کے بغیر جہالت اور غلط تعلیم کے سبب جہالت کے جو نتائج برآمد ہو سکتے تھے' وہ یہاں پیدا ہوئے اور 58 سال میں بتدریج پلے بڑھے۔ جس کے اثرات نہ صرف یہ کہ قوم نے ہمہ جہت چکھے بلکہ مستقبل کی نسل کے لیے ورثہ بھی چھوڑ رہی ہے۔ اسی پڑھی لکھی جہالت ہی کا کمال ہے کہ آج نظام تعلیم غیر مسلم آغا خانیوں کی جھولی میں ڈالا جا رہا ہے تو نصاب تعلیم سے اعلیٰ سماجی' معاشرتی' دینی اور اخلاقی اقدار کو چن چن کر نکالا جا رہا ہے۔ نصاب کو سیکولر بنانے کے ساتھ ساتھ نصاب پڑھانے

> **نصاب کو سیکولر بنانے کے ساتھ ساتھ نصاب پڑھانے والوں کو تربیت کے نام پر یورپ اور امریکہ لے جا کر ان کی ''معقول'' برین واشنگ کا انتظام کیا گیا ہے**

والوں کو تربیت کے نام پر یورپ اور امریکہ لے جا کر ان کی معقول برین واشنگ کا انتظام کیا گیا ہے۔

مخلوط طرز تعلیم کی ادنیٰ سے اعلیٰ درجے تک حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے تاکہ ہم قوموں کی برادری میں روشن خیال ثابت ہو سکیں۔ مخلوط تعلیم سے نوجوان نسل میں جنسی بے راہ روی کا دروازہ کھلتا ہے اور یورپی مخلوط نظام تعلیم کے ثمرات کسی ذی ہوش کی نظروں سے اوجھل نہیں ہیں جہاں اسقاط اور کنواری ماؤں کی بہتات ہے۔ پاکستان میں بہبود آبادی کے کنڈوم کلچر نے اس پہلو سے خاصی ''آسانیاں'' متعارف کرائی ہیں۔ ایسے اداروں میں زیر تعلیم نسل قومی سطح کے مسائل میں اضافہ تو کر سکتی ہے اور کر رہی ہے مگر مسائل کا کوئی حل اس کے پاس نہیں ہے۔

نظریاتی تعلیم کے بعد نظریہ کی بنیاد پر استوار پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کسی قوم وملک کے سماجی ومعاشرتی ڈھانچے کو تقویت بخشتا ہے۔ سماجی واخلاقی اقدار کی پاسداری اور ترویج کے ساتھ اسے مستقبل کی نسل کے لیے محفوظ رکھ کر آگے منتقل کرنا میڈیا کی ذمہ داری ہے۔ مگر اسلامی جمہوریہ پاکستان کے میڈیا نے آغاز سے آج تک اپنے مثبت کردار کی سمت کروٹ نہیں بدلی بلکہ بدقسمتی کی انتہا کہ صبح' دوپہر' شام اور رات امریکی یورپی ایجنڈے کی تکمیل میں مصروف دیکھا گیا (الا ماشاءاللہ) ماسوائے چند مستثنیات کے۔ آج کے میڈیا کا کردار کس ہوش مند کی آنکھوں سے اوجھل ہے؟ الف سے ی تک نوجوان نسل کے اخلاق بگاڑ پروگرام ہر کسی کے سامنے ہیں۔ ان حالات میں میڈیا قوم کو صحت مند اخلاقی اقدار دے یہ سوچ ہی عبث ہے کہ ''درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ ای۔ بازی گوئی کہ دامن ترمکن ہوشیار باش۔''

معاش ومعیشت ہر دور کے انسان کے لیے بنیادی مسئلہ رہا ہے۔ پاکستان میں ہر حکومت کے بلند بانگ دعوؤں کے باوجود لحہ بہ لحہ اس مسئلہ میں شدت تو پیدا ہوئی مگر قوم نے سکھ کا سانس نہ لیا۔ سرکاری معاشی اشاریے ''اوپر کی طرف جاتے'' ٹی وی پر دیکھے گئے اور عام شہری مہنگائی میں پست تخت الثریٰ میں جاتا دیکھا ہے۔ حکومت کا ایجنڈا کہ ''ملک میں کوئی غریب نہ رہے گا'' عام آدمی یہی سوچتا ہے کہ اپنے اس دعوے کو سچا ثابت کرنے کی خاطر حکومت اشیائے صرف کی قیمتوں میں ہوشربا اضافہ کر کے غریب کا خاتمہ کر رہی ہے کہ ''نہ بانس نہ بانسری'' نہ غریب رہے گا نہ غربت ہوگی۔ معاش ومعیشت میں بہتری نہ ہونا' اس کا مستحکم نہ ہونا ہمارے نظام تعلیم کے پروردہ حضرات کی سمجھ میں نہیں آ سکتا کہ لارڈ میکالے کے نظام تعلیم میں سودی لین دین سے وسائل بڑھتے ہیں مگر انسان کے خالق' جس کے قبضۂ قدرت میں وسائل کے خزانوں کی تمام ترکنجیاں ہیں' نے یہ وضاحت فرما دیا کہ سودی لین دین قطعیت کے ساتھ حرام ہونے' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے ناپسندیدہ ہونے کے سبب وسائل کی بڑھوتری کے بجائے اس بے برکتی کا سبب بنتا ہے اور صرف اللہ تعالیٰ سے اطاعت کے ساتھ سب کچھ مل سکتا ہے۔

صحت ہر انسان کی' ہر معاشرے کی بنیادی ضرورت ہے۔ صحت کے بغیر نہ تعلیم ممکن ہے' نہ ہی معاش ومعیشت ممکن رہتی ہے' صحت کے بغیر متاثرہ فرد ہر لحہ بے سکون رہتا ہے اور کوئی تعمیری کام اس کے لیے ممکن نہیں رہتا۔ ایک مرد کی بیماری ایک فرد تک محدود رہ سکتی ہے مگر ایک عورت کی بیماری ایک خاندان پر اثر انداز ہوتی ہے بلکہ بعض اوقات اگلی نسل کو بھی منتقل ہوتی ہے۔ پاکستان میں بالخصوص اور مسلم دنیا میں بالعموم عورت کی تولیدی صحت اور بہبود آبادی کے خوبصورت غلاف میں لپٹی بیماری کی پوٹ غیر ملکی امداد کے ذریعے انہی کے ایجنڈے کی تکمیل کرتے متعارف کرائی گئی ہے۔ یہ کھیل برسوں سے کھیلا جا رہا ہے۔ مسلم فکر کے حامل ڈاکٹرز بلکہ خود یورپی ڈاکٹر اور ماہرین نفسیات اس

(باقی صفحہ 13 پر)

امیر محترم کا دورۂ حیدرآباد و کراچی

امیر حلقہ محمد نسیم الدین صاحب نے یہ پروگرام بنایا تھا کہ امیر محترم کے ماہ مارچ کے دورے کا آغاز حیدرآباد میں خطاب جمعہ سے کیا جائے جس کو امیر محترم نے ازراہ کرم منظور بھی فرما لیا تھا۔ پروگرام کے مطابق امیر محترم کو 24 مارچ کی صبح قراقرم ایکسپریس کے ذریعہ حیدرآباد پہنچنا تھا لہٰذا محمد نسیم الدین صاحب 23 مارچ کی شب حیدرآباد پہنچ چکے تھے۔ بدقسمتی سے ٹرین کافی تاخیر سے 12 بجے دوپہر کے بعد پہنچی۔ دریں اثناء نقیب اسرہ عبدالقادر اور چند مقامی رفقاء مسجد مبارک' لطیف آباد نمبر 8 پہنچ چکے تھے۔ کراچی سے مکتبہ بھی پہنچ چکا تھا۔ خطاب جمعہ ایک بجے شروع ہونا تھا' لہٰذا مسجد کے خطیب صاحب نے بروقت خطاب شروع کر دیا۔ جیسے ہی امیر محترم مسجد پہنچے' انہوں نے اپنا خطاب روک دیا اور انہیں خطاب کی دعوت دی۔ امیر محترم نے اپنے خطاب میں فرمایا:

آج امت مسلمہ کو جن مصائب کا سامنا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے آپؐ کی تعلیمات پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ قرآن حکیم نے حضور ﷺ سے تعلق کے لیے جن بنیادوں کا تذکرہ کیا ہے، ان کے تقاضوں کو پورا کیا جائے۔ ایمان کے بعد حضور ﷺ سے تعلق کی جو دوسری بنیادیں سورۃ الاعراف میں بیان کی گئی ہیں ان میں آپؐ کی تعظیم و توقیر' آپ کے لائے ہوئے دین کی نصرت اور جو نور آپؐ پر نازل ہوا یعنی قرآن حکیم' اس کی اتباع شامل ہے۔ آپ کی تعظیم و توقیر کا تو یہ عالم ہے کہ قرآن میں جن صحابہ کرامؓ کی امتیازی شانیں بیان کی گئی ہیں' ان کو مخاطب کرتے ہوئے سورۃ الحجرات میں فرمایا گیا کہ حضور ﷺ کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کیا کرو۔ مبادا تمہارے تمام اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں اس کا شعور بھی نہ ہو۔ حضور ﷺ کے لائے ہوئے دین کی نصرت کا مطلب اس کی سربلندی کی جدوجہد ہے۔ دنیا کو حضور ﷺ کی رحمت اللعالمینی کے مظہر اسلام کے نظام عدل اجتماعی کی ضرورت ہے لیکن دنیا میں اس نظام کو قائم کرنا تو دور کی بات ہے' مسلم ممالک کو بھی ہم نے اس سے محروم کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی آخری کتاب ہدایت سے نواز رکھا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کی تعلیمات پر نہ صرف اپنی انفرادی زندگی میں عمل پیرا ہوں بلکہ اجتماعی سطح پر بھی ان کے نفاذ کی کوشش کی جائے۔ جب تک ہم حضور ﷺ سے اپنے تعلق کی بنیادیں مضبوط نہیں کریں گے' محض آپؐ کی عظمت کا گن گاتے رہنا' ہمارے لیے سودمند نہیں ہو سکتا۔ حضور ﷺ کی عظمت میں کمی نہ ہماری بے عملیوں سے ہو سکتی ہے اور نہ دشمنان اسلام کی ریشہ دوانیوں سے۔

اس کے بعد امیر محترم حیدرآباد کے دفتر تشریف لے گئے' جہاں رفقاء نے اپنا اپنا تعارف کرایا اور آخر میں علی اصغر عباسی صاحب نے حیدرآباد اسرے کی کارکردگی کا جائزہ اور درپیش مسائل سے امیر محترم کو آگاہ کیا۔ امیر محترم نے رفقاء سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہمیں اس نے دین کے جامع تصور کا فہم عطا فرمایا۔ اب ہمارا فرض ہے کہ ہم اس دعوت کو لوگوں تک پہنچانے اور اقامت دین کی جدوجہد تیز کرنے میں اپنا کردار ادا کریں اور اس راہ میں حائل تمام دشواریوں سے نبرد آزما ہوں۔ اس کے بعد امیر محترم کراچی کے لیے روانہ ہوئے۔

24 مارچ 2006ء بعد نماز مغرب امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید اور ناظم اعلیٰ جناب اظہر بختیار خلجی نے تنظیم اسلامی گلشن اقبال' کراچی کے رفقاء سے ملاقات کی۔ 42 رفقاء نے اس ملاقات کی سعادت حاصل کی۔ اس موقع پر امیر حلقہ سندھ زیریں جناب محمد نسیم الدین بھی موجود تھے۔ اس ملاقات میں سب سے پہلے تنظیم اسلامی گلشن اقبال کے قائم مقام امیر جناب نوید احمد نے تنظیم اور اس کے اُسرہ جات کا تعارف پیش کیا۔ بعد ازاں امیر محترم نے فرداً فرداً نقباء اور رفقاء کا ذاتی تعارف حاصل کیا۔ اس کے بعد سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ امیر محترم نے نہایت شفقت و محبت سے سوالات اور تجاویز کے جوابات دیے۔ امیر محترم نے اپنے اختتامی خطاب میں رفقاء کو اسرہ جاتی اجتماعات باقاعدگی سے منعقد کرنے اور ان میں نظام العمل کے تحت پروگرام کرنے کی تلقین کی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر ایک رفیق اسرہ کے اجتماع میں شریک نہیں ہوتا تو اس کا تنظیم سے ایک ذہنی سہارے کے لیے تو تعلق ہو سکتا ہے لیکن درحقیقت اُس کی تنظیم سے کوئی وابستگی نہیں۔ اُنہوں نے اعلان کیا کہ جب تک کوئی مقامی ساتھی امارت کے منصب کے لیے مناسب وقت دینے کے لیے دستیاب نہیں ہوتا' نوید احمد صاحب ہی اس تنظیم کے امیر کے فرائض ادا کرتے رہیں گے۔ امیر محترم اور ناظم اعلیٰ نے رفقاء سے ملاقات کا جو طریقہ اختیار کیا ہے' وہ یقیناً قابل قدر ہے۔ اس قسم کی سرگرمیوں سے رفقاء اور نظم بالا کے درمیان تعلق کو بہتر استوار کیا جا سکتا ہے اور رفقاء کے اندر کام کرنے کی ایک تحریک پیدا کی جا سکتی ہے۔ اگلی صبح امیر محترم نے دفتر حلقہ میں حلقہ خواتین کی ذمہ داران سے خطاب فرمایا۔ شام چار بجے کراچی کے امراء و مدرسین کے ساتھ نشست میں انہوں نے اقامت دین کی فرضیت کو واضح فرمایا۔

25 مارچ 2006ء امیر محترم حافظ عاکف سعید' جناب نسیم الدین (امیر حلقہ سندھ زیریں) کے ساتھ رات پونے نو بجے تنظیم اسلامی سوسائٹی آفس تشریف لائے۔ آفس میں 100 سے زیادہ احباب موجود تھے۔ نماز عشاء کے بعد امیر محترم نے تقریباً 40 منٹ میں 'امت مسلمہ کے حالات' موجودہ زبوں حالی' اس کے اسباب اور علاج'' پر سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ احباب نے امیر کے عالمی حالات کے ادراک اور دینی فہم و بصیرت کو محسوس کیا اور کئی احباب نے اس کا اظہار بھی کیا۔ سوال و جواب کی نشست میں متعدد سوالات احباب کی طرف سے پوچھے گئے جن کے امیر محترم نے مناسب تفصیل سے جوابات دیے۔ سوال و جواب کے سلسلہ کو وقت کی تنگی کے باعث روک دیا گیا۔ 10 افراد نے (جن میں چند احباب بھی شامل تھے) مسنون طریقہ سے امیر محترم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ احباب نے اس عمل کا اشتیاق کے ساتھ مشاہدہ کیا۔ امیر محترم کی دعا پر اس محفل کا اختتام ہوا۔

(رپورٹ: سلیم الدین' ڈاکٹر محمد الیاس)

تنظیم اسلامی گلشن اقبال کے زیر اہتمام اجتماع عام

19 مارچ بروز اتوار 'ناموس رسالتؐ' کے حوالے سے تنظیم اسلامی گلشن اقبال کے زیر اہتمام ایک اجتماع عام منعقد کیا گیا' جس سے جناب ڈاکٹر محمد الیاس نے خطاب کیا۔ یہ اجتماع قرآن مرکز گلزار ہجری کی چھت پر منعقد کیا گیا جبکہ نچلی منزل خواتین کے لیے مخصوص تھی۔ رفقاء و احباب کے علاوہ عام حاضرین نے بھی شرکت کی۔ اجتماع سے قبل سلیم الدین (معتمد تنظیم اسلامی گلشن اقبال) کی قیادت میں میٹنگ ہوئی' جس میں عماد الدین' رفعت اللہ خان' فصیح الرحمٰن اور دو اور رفقاء نے شرکت کی۔ اس میٹنگ میں اجتماع کے انتظامات کے حوالے سے مشاورت ہوئی۔ گشت' کارنر میٹنگ' بینرز اور ہینڈ بلز کی تعداد اور مقامات طے کیے گئے۔ رفقاء قرآن مرکز گلزار ہجری میں جمع ہوئے۔ جمعہ کی نماز کے بعد اطراف کی مساجد میں ہینڈ بلز تقسیم کیے۔ بعد نماز عصر رفقاء کی دو ٹیمیں تشکیل دی گئیں جن کی ذمہ داری میگا فون پر مختصر کارنر میٹنگز' ہینڈ بلز اور ذاتی ملاقاتوں کے ذریعہ لوگوں کو آگاہ کرنا تھا۔ پانچ رفقاء کی ایک ٹیم جناب فصیح الرحمٰن کی زیر قیادت تھی' جن کے ذمہ قرآن مرکز کے داہنی سمت کا وسیع علاقہ تھا۔ جس میں جا بجا ہوٹل مارکیٹس اور بس اسٹاپ واقع ہیں۔ دوسری ٹیم میں تین رفقاء تھے جن کی قیادت جناب اویس علوی (ناظم مالیات تنظیم اسلامی گلشن اقبال) کر رہے تھے۔ ان حضرات کا ہدف قرآن مرکز گلزار ہجری کے بائیں سمت اور عقب کا علاقہ تھا' جو خالصتاً رہائشی علاقہ ہے۔ ان حضرات کی ذمہ داری لوگوں سے ان کے گھروں پر ذاتی ملاقاتیں اور رابطے کرنا اور اجتماع کے موضوع کی اہمیت کو اجاگر کرنا اور دعوت دینا تھا۔

19 مارچ کو رفقاء دس بجے صبح اجتماع گاہ پہنچ گئے۔ ڈاکٹر الیاس کا خطاب ٹھیک گیارہ بجے شروع ہوا' جس میں انہوں نے ''نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں اور امت مسلمہ کے کرنے کا اصل کام'' کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ یہ خطاب دوپہر ایک بجے تک جاری رہا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری حامی و ناصر رہے اور ہماری کوششوں کو اپنی بارگاہ میں قبولیت بخشے (آمین!) (رپورٹ: رفعت اللہ خان)

✿ ✿ ✿

تنظیم اسلامی راولپنڈی کینٹ کے زیر اہتمام ماہانہ شب بیداری

تنظیم اسلامی راولپنڈی کینٹ کے زیر اہتمام 22 مارچ کو ماہانہ شب بیداری مسجد الھدیٰ میں منعقد کی گئی جس میں تقریباً 30 رفقاء اور احباب نے شرکت کی۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز بعد از نمازِ مغرب درس قرآن سے ہوا۔ راقم نے سورہ طٰہٰ کی آخری آیات کی روشنی میں گفتگو کی۔ اس کے بعد نقیب اسرہ فاروق احمد نے ''رفقاء تنظیم اسلامی کی ذمہ داریاں'' کے موضوع پر گفتگو کی۔ بعد از نماز عشاء محترم شاید شفیق نے ''اتحادِ امت کیسے'' کے موضوع پر پہلے انگریزی اور بعد میں اردو میں لیکچر دیا۔ ناظم مالیات جناب ازرم بھٹی صاحب نے ''اولاد کی تربیت کا اسلامی طریقہ کار'' پر سیر حاصل گفتگو کی۔ اس موضوع پر تقریباً ایک گھنٹہ مذاکرہ بھی کیا گیا۔ تقریباً ساڑھے بارہ بجے رفقاء مسجد ہی میں سو گئے۔

صبح چار بجے تمام رفقاء بیدار ہو کر تہجد میں مشغول ہو گئے۔ تہجد کی نماز کے بعد جناب طارق محمود نے قربِ قیامت کی احادیث کے حوالے سے بڑی مدلل گفتگو کی۔ نمازِ فجر با جماعت ادا کی گئی اور اُس کے بعد امیر محترم جناب روؤف اکبر نے احادیث کا مطالعہ کروایا۔ دُعا پر اس پروگرام کا اختتام ہوا۔ اللہ تعالیٰ رفقاء کی اس کاوش کو توشۂ آخرت بنا دے۔ (آمین!) (رپورٹ: شکیل احمد)

اورنگی ٹاؤن میں تعارفی کیمپ

23 مارچ کو یوم پاکستان کی تعطیل کے موقع پر اسرہ اورنگی ٹاؤن کے علاقے میں تنظیم اسلامی اورنگی ٹاؤن کا تعارفی پروگرام ہوا۔ پروگرام کا آغاز صبح 10:30 بجے ہوا۔ ڈاکٹر محمد الیاس صاحب نے دعوت کی اہمیت اور فضائل بیان فرمائے۔ اس کے بعد انجینئر نوید احمد صاحب نے 9 گروپ تشکیل دیئے جو مقامی رفقاء کے ساتھ جو رہبر کے فرائض دے رہے تھے، علاقے میں گھر گھر دعوت پھیلانے میں مصروف ہو گئے۔ اس عمل کے دوران 3000 ہزار ہینڈ بلز کے علاوہ دیگر لٹریچر بھی لوگوں میں تقسیم کیے گئے اور انہیں شام کے دو پروگراموں میں شرکت کی دعوت دی۔ اس دوران مختلف مقامات پر رفقاء نے کارنر میٹنگز سے بھی خطاب کیا۔

نمازِ ظہر اور طعام کے بعد رفقاء کے آرام کے لیے وقفہ کیا گیا۔ ساڑھے تین بجے چائے پیش کی گئی اور ساتھ ہی ساتھ تمام گروپ کے امراء نے اپنے اپنے تاثرات پیش کیے۔ انہوں نے بتایا کہ یہاں لوگوں میں دین کو سمجھنے کی پیاس موجود ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مقامی رفقاء اس کے لیے منظم پروگرام تشکیل دیں۔ بعد نماز عصر انجینئر نوید احمد نے ''امت مسلمہ کی پستی کا سبب قرآن سے دوری'' کے عنوان سے خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو دنیا کی بے شمار نعمتوں سے نوازا۔ دنیا کا ہر چوتھا شخص مسلمان ہے، دنیا کے بیشتر وسائل بشمول پٹرولیم اس کے پاس ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں با صلاحیت افراد سے نوازا ہوا ہے۔ لیکن امت مسلمہ آج اپنی پستی کی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ اس پستی کا واحد علاج قرآن سے اپنا تعلق مضبوط کرنا ہے جس کے نتیجے میں منتشر امت کو اتحاد نصیب ہوگا اور وہ دشمنانِ دین سے مقابلہ کر سکیں گے۔

بعد نماز مغرب شجاع الدین شیخ نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے دین کو عبادات تک محدود کر دیا ہے لہٰذا دین صرف مسجدوں تک محدود ہو کر رہ گیا ہے اور ان کے باہر ہماری عظیم اکثریت ان تمام کاموں میں ملوث ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ یہ دین پر جزوی عمل ہے جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں دنیا میں ذلت و خواری اور آخرت میں دردناک عذاب کی خبر دی ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہم کل دین پر عمل کریں۔ اس کی دعوت لوگوں تک پہنچائیں اور مل جل کر اس کے نظام عدل اجتماعی کے قیام کی جدوجہد میں شریک ہوں۔

اس پروگرام کی تشہیر کے لیے علاقے میں گیارہ عدد بینرز لگائے گئے تھے۔ مکتبہ لگانے کا بھی اہتمام کیا گیا تھا اور اورنگی کے تمام رفقاء خصوصاً ماضی قریب میں شامل ہونے والے نوجوان رفقاء نے اس پروگرام کے انعقاد کے لیے بھرپور محنت کی اور انہیں سابق نقیب مقامی اسرہ محمد رضوان صاحب کا بھرپور تعاون حاصل رہا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے دین کی سربلندی کے لیے ہماری حقیر کوششوں کو قبول فرمائے آمین! (رپورٹ: محمد سمیع)

نامے میرے نام

محترم حافظ عاکف سعید صاحب! السلام علیکم

تقریباً دو سال ہو چکے ہیں، جب سے ہفت روزہ ''ندائے خلافت'' ہمارے گھر میں سب لوگ بہت توجہ سے پڑھتے ہیں اور الحمدللہ اس کے مطالعے سے کافی اہم معلومات بھی حاصل کر چکے ہیں۔

جس چیز نے آج مجھے یہ خط لکھنے پر مجبور کیا' وہ 22 فروری 2006ء کے (شمارہ نمبر 7) میں جناب عبدالمجیب کا شائع ہونے والا خط ہے' جو انہوں نے A.T.V کے مینیجنگ ڈائریکٹر کے نام اُن کے چینل پر نشر ہونے والے بے ہودہ پروگراموں کے بارے لکھا تھا۔ یوں لگتا ہے جیسے وہ خط ہم جیسے بہت سے لوگوں کے دلوں کی آواز ہے۔ میں اور مجھ جیسی کئی مائیں اپنے معصوم بچوں کو کیبل جیسی لعنت سے دور رکھنا چاہتی ہیں A.T.V ہی کیا P.T.V بھی اب اس مقام پر پہنچ چکا ہے کہ لگتا ہی نہیں کہ کسی اسلامی ملک کا ٹی وی چینل اتنا اخلاق باختہ ہو سکتا ہے۔ کیا گھر گھر ناچ گانا' بے ہنگم موسیقی' مسلمان لڑکیوں کو پینٹ شرٹس پہنے' نیم عریاں لباس میں دکھانا اور ڈراموں میں نوجوان نسل کو صرف اور صرف پیار محبت اور رومانس کے طریقے دکھانا ہی ہمارا اوڑھنا بچھونا بن چکا ہے۔ استغفراللہ!

یہ تکلیف دِہ عوامل کیا کم تھے کہ ہمارے اربابِ اختیار اور صدر مشرف صاحب روشن خیالی کی آڑ میں کرکٹ میچوں کو ٹی وی پر مسلط کر کے اور ویلنٹائن ڈے اور بسنت جیسے موذی امراض بھی پھیلا چکے ہیں۔ میں آپ کے ذریعے حکومت اور ٹی وی کے اعلیٰ افسران سے گزارش کرتی ہوں کہ اگر آپ کو تفریح کے لیے میڈیا استعمال کرنا ہے تو اسلامی موضوعات پر ڈرامے بنائیں۔ مسلمان سائنس دانوں' بادشاہوں اور عظیم جنگجوؤں کے حالات زندگی پر مبنی سبق آموز ڈرامے دکھا کر آپ اپنے ملک کے نونہالوں کو مستقبل کے مسلمان سائنس دان اور عظیم فاتح بنا سکتے ہیں۔ یا کم از کم ان کی سوچ کو بگاڑ سے بچانے کے لیے ٹی وی پر اچھے اخلاق و کردار سے مزین پروگرام ترتیب دیں۔ تاکہ غیر مسلم ہمارے میڈیا کو دیکھ کر یہ نہ کہیں کہ ان میں اور ہم میں کوئی فرق نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اچھائی کی طرف مائل ہونے کی ہمت دے' اور عالمی سطح پر عزت و وقار نصیب فرمائے۔

والسلام

بیگم ناعمہ اقبال' پشاور

محترم ایڈیٹر صاحب!

بعد از سلام عرض ہے کہ آپ حضرات جو قلمی جہاد کر رہے ہیں اُس کا اجر تو صرف اللہ تعالیٰ ہی دے سکتا ہے' ہم تو صرف دعا کر سکتے ہیں۔ آپ کے رسائل میں بڑے مفید مضمون آتے رہتے ہیں۔ میں نیٹ کے ذریعے مطالعہ کرتا ہوں۔

ندائے خلافت کے شمارہ نمبر 7 میں جو کھلا خط فحاشی اور عریانی کے بارے میں چھپا ہے وہ ہم سب کے دل کی آواز ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں آپ کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ میرے ہاں کیبل نہیں ہے' صرف پی ٹی وی' پی ٹی وی ورلڈ اور اے ٹی وی آیا کرتے ہیں' بغیر کسی ایکسٹرنل ڈیوائس کے۔ کچھ عرصہ سے اے ٹی وی پر ستاروں کے ذریعہ مستقبل کا حال بھی بتایا جانے لگا ہے' یعنی شرک کی دعوت کھلے عام دی جا رہی ہے۔ اب فحاشی کے ساتھ ساتھ اپنا ایمان سلامت رکھنا بڑا مشکل ہوتا جا رہا ہے' آخر اس قوم کا کیا حال ہوگا؟ بچے ایسے واہیات پروگرام دیکھنے کے لیے بضد ہوتے ہیں جب کہ میرے گھر میں کیبل نہیں ہے۔ اس پر مستزاد یہ پروگرام سنیچر کی شام کو آتا ہے۔ اگر اس سلسلہ کے آگے بند نہ باندھا گیا تو نئی نسل تباہ و برباد ہو جائے گی۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو شیطان کے حربوں سے محفوظ رکھے آمین!

ایک بندۂ خدا

میٹرو ول' لدھیانوی روڈ کراچی

نبی اکرم ﷺ کو اُمی کیوں کہا جاتا ہے؟

موجودہ دور میں یہودیوں کا مقابلہ کیسے کیا جا سکتا ہے

مسلمان کی دینی ذمہ داریوں کی وضاحت کیجئے

قارئین ندائے خلافت کے سوالات کے قرآن و سنت کی روشنی میں جوابات

س: میرے شوہر مجھے دوبارہ طلاق دے کر رجوع کر چکے ہیں۔ یہ کافی پُرانی بات ہے۔ اب کل وہ اپنی والدہ سے جھگڑ رہے تھے۔ جھگڑے میں اُنہوں نے گھر چھوڑنے کی دھمکی دی اور مجھے آواز دے کر کہنے لگے کہ کل اگر تم بھی میرے ساتھ نہ چلیں تو تم میری طرف سے فارغ ہو۔ بعد میں اُن لوگوں کی آپس میں صلح ہو گئی۔ لیکن اس دوران میرے شوہر نے مجھے جو الفاظ کہے اُن پر میں پریشان ہوں کیونکہ اُنہوں نے بعد میں کہا کہ میرا کوئی ارادہ نہیں تھا وہ تو میں نے ایسے ہی کہا تھا اور اپنی بات کو پورا نہ کیا۔ کئی لوگ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کو ایسے کہے اور اپنی بات پوری نہ کرے تو طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ ازراہِ کرم قرآن و سنت کی روشنی میں بتایئے کہ کیا مجھے طلاق واقع ہو چکی ہے؟ (ثوبیہ)

ج: پہلی بات یہ ملحوظ رکھیے کہ ہمارے ہاں فتویٰ جاری کرنے کا انتظام نہیں ہے۔ بہت سے دارالعلوم اور مدارس ایسے ہیں جہاں باقاعدہ دارالافتاء قائم ہے۔ فتویٰ آپ وہیں سے حاصل کیجئے۔ البتہ جس معاملے کا آپ نے ذکر کیا ہے اس کے حوالے سے چند علمی نکات آپ کے سامنے رکھ دیتا ہوں تاکہ آپ پر بات خود واضح ہو جائے۔ آپ نے اپنے خط میں طلاق کے مسئلے کے بارے میں استفسار کیا ہے۔ آپ کی بتائی ہوئی صورتحال کے مطابق آپ کے شوہر نے طلاق کو گھر چھوڑنے سے مشروط کیا اور بعد میں گھر نہ چھوڑا۔ ایسی صورت میں علماء اہل سنت یہ فرماتے ہیں کہ طلاق واقع نہیں ہوتی۔ یہ طلاق معلق مشروط ہے۔ چونکہ شرط نہیں پائی جا رہی لہٰذا طلاق بھی نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کے لیے معاملات میں آسانی پیدا کرے اور تمام معاملات میں دین پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

س: مختصر طور پر بتایئے کہ مسلمان کی دینی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ (محمد ارشد)

ج: دینی فرائض میں پہلی بات یہ ہے کہ آدمی خود اللہ کی بندگی کرے، اللہ کی اطاعت کرے اُس کے بتائے ہوئے حلال و حرام کا پورا لحاظ رکھے، فرائض ادا کرے۔ ثانیاً یہ کہ کسی ایسی جماعت میں شامل ہو جو دین کے مکمل نظام کو قائم کرنے کی جدوجہد کر رہی ہے، اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے اپنا تن من دھن لگا دے۔

س: حضور ﷺ کو امی کیوں کہا جاتا ہے، حالانکہ آپؐ سب سے زیادہ قرآن کو سمجھتے اور پڑھتے تھے؟ (ظفر اقبال)

ج: آپؐ نے دنیاوی اعتبار سے تعلیم حاصل نہیں کی۔ اللہ نے آپ ﷺ کو علم براہِ راست دیا۔ آپؐ نے کسی مکتب میں، کسی استاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ نہیں کیا، لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا۔ اس اعتبار سے آپؐ امی ہیں۔ یہود اہل عرب کو امی اس معنی میں کہتے تھے کہ ان کے پاس کوئی کتاب نہیں تھی، حالانکہ ان میں پڑھے لکھے لوگ موجود تھے۔ اب حضور ﷺ چونکہ ان امیین میں سے تھے، اس لیے نبی امی قرار پائے۔ کچھ لوگوں نے امی کو اسم نسبت کے معنی میں بھی لیا ہے۔ چونکہ مکہ کو ام القریٰ کہتے ہیں، لہٰذا اُم القریٰ سے آپؐ کا اسم نسبت امی بن گیا ہے، جیسے دہلی سے دہلوی، لاہور سے لاہوری۔ بہرحال اُمی سے مراد وہ ہستی ہے جس نے دنیاوی اعتبار سے کوئی علم حاصل نہیں کیا، اور وہ قوم جو کسی آسمانی کتاب سے محروم ہو۔

س: قرآن حکیم کی ایک آیت میں ہے کہ تم میں سے ایک جماعت ضرور ایسی ہو جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ (حسین احمد)

ج: مطلب یہ ہے کہ اگر پوری قوم سو گئی ہے تو کچھ لوگ بہرحال جاگیں۔ کچھ لوگ ہمت کریں، اور مل کر ایک چھوٹی سی امت بن جائیں۔ اب معناً وہی امت ہو گی۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق آیت کے آخری حصے میں فرمایا: ﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○﴾ کامیابی صرف انہی لوگوں کے لیے ہے۔ یعنی جو لوگ یہ کام کریں گے، جنہیں اپنا فرض یاد آ گیا، شعور پیدا ہو گیا۔ وہی فلاح کے امیدوار ہوں گے۔

س: موجودہ دور میں یہودیوں کا مقابلہ کیسے کیا جا سکتا ہے؟ (شعیب احمد گُریا)

ج: یہودیوں سے مقابلہ کی ایک ہی صورت ہے کہ ہم اپنے اس ملک میں صحیح اور کامل اسلامی نظام قائم کریں۔ صحیح اسلامی نظام قائم ہو گا تو پھر اللہ تعالیٰ کی مدد ہمارے شامل حال ہو جائے گی۔ اللہ کی مدد کے بغیر یہودیوں سے مقابلہ ناممکن ہے۔ اس وقت یہودیوں کی پشت پر پوری عیسائی دنیا ہے۔ امریکہ ان کا آلہ کار ہے۔ خود اسرائیل کے پاس سینکڑوں ایٹم بم موجود ہیں۔ عالم اسلام میں سے کون ہے جو ان سے مقابلہ کر سکتا ہے۔ اگر اللہ کی مدد آئے تو اِن فسادیوں سے معرکہ چنداں مشکل نہ ہو گا۔ مگر اللہ کی مدد کے لیے لازم ہے کہ آپ پہلے اپنے ہاں اسلام قائم کریں۔ اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔

س: آثار قدیمہ کے ماہرین پچاس ہزار سال یا اس سے بھی زیادہ عرصے کے آثار بتلاتے ہیں جبکہ دنیا کی تاریخ چھ ہزار سال سے نہیں ہے۔ حقیقت کیا ہے؟ (راؤ محمد جمیل)

ج: چھ ہزار سال یا دس ہزار سال تاریخ دنیا کی نہیں بلکہ حضرت آدم علیہ السلام کی ہے۔ زمین تو لاکھوں برس پہلے وجود میں آئی ہے۔ انسان کو اللہ نے بعد میں پیدا کیا ہے۔

مومن اور گناہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مؤمن اپنے گناہوں کو پہاڑ کی طرح بھاری جانتا ہے گویا کہ وہ ایک ایسے پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے جو اس پر ابھی ابھی گرا چاہتا ہے اور فاسق کی نگاہ میں گناہ ایک ایسی مکھی کی مانند ہیں جو ناک پر سے گزر گئی انہوں نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ اس طرح۔ (رواہ البخاری)

کالم "تفہیم المسائل" میں سوالات بذریعہ ڈاک یا ای میل ایڈریس media@tanzeem.org پر بھیجے جا سکتے ہیں۔

انسپکٹروں کی ایران آمد

بین الاقوامی ایٹمی توانائی ایجنسی کے سربراہ محمد البرادعی اور پانچ انسپکٹر ایران پہنچ گئے ہیں۔ یہ نانتز اور تہران میں ایرانی ایٹمی تنصیبات کا معائنہ کریں گے۔ وہ ایرانی حکومت پر زور دیں گے کہ وہ یورینیم کی افزودگی کا کام روک دے۔ یاد رہے کہ ایرانیوں نے اپنا ایٹمی منصوبہ ترک کرنے سے یکسر انکار کر دیا ہے۔ ان کا ردیہ ذوالفقار علی بھٹو جیسا ہے' انہوں نے کہا تھا ''ہم گھاس کھالیں گے مگر ایٹم بم بنا کر دم لیں گے۔'' اگر ذوالفقار علی بھٹو یہ جرأت نہ کرتے بلکہ ''زمینی حقائق'' پر اُن کی نگاہیں اٹک جاتیں تو پاکستان کا کیا انجام ہوتا' اہل نظر سے پوشیدہ نہیں ہے۔

فلسطین اتھارٹی کا محاصرہ

چونکہ حماس اسرائیل کو تسلیم کرنے سے انکاری ہے' اس لیے امریکا اور یورپی یونین نے فلسطین اتھارٹی کو دی جانے والی امداد روک دی ہے۔ اسرائیل سے امریکی حکومت کی قربت کا یہ عالم ہے کہ پچاس لاکھ ڈالر کی لاگت سے ایک خصوصی ادارہ صرف یہ دیکھنے کے لیے بنایا گیا ہے کہ امریکا سے کسی قسم کے فنڈز حماس کی حکومت کو منتقل نہ ہوں۔ حماس نے اس عمل کو ''بلیک میلنگ'' کا نام دیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ فلسطینیوں کو ان کی انتخابی پسندیدگی پر سزا دی جارہی ہے۔

فلسطین اتھارٹی کے وزیراعظم' اسماعیل ہنیہ کا کہنا ہے کہ وہ بیرونی دباؤ کا شکار ہو کر ہرگز اسرائیل کو تسلیم نہیں کریں گے۔ یہ فیصلہ اسی وقت ممکن ہے جب اسرائیلی حکومت ہمارے مطالبات تسلیم کرلے۔ موصوف کا یہ بیان دلیری کا آئینہ دار ہے کیونکہ اتھارٹی غیر ملکی امداد رکنے کے باعث سخت مالیاتی مسائل کا شکار ہے۔ یاد رہے اتھارٹی میں ایک لاکھ چالیس ہزار فلسطینی کام کرتے ہیں اور ان کی تنخواہیں غیر ملکی امداد ہی سے ادا ہوتی ہے۔ اتھارٹی میں ویسے بھی غربت عام ہے۔ بے روزگاری کے باعث کئی گھرانے بمشکل دو وقت کی روٹی کھا پاتے ہیں۔

دوسری طرف اتھارٹی کی نئی حکومت کو خوفزدہ کرنے کے لیے اسرائیلی ہیلی کاپٹر اور طیارے حماس کے ارکان پر حملے کر رہے ہیں۔ حماس حکومت نے خبردار کیا ہے کہ وہ جوابی کارروائی کرنے کا حق رکھتی ہے۔ اگر اسرائیلی دہشت گردی ختم نہ ہوئی' تو امکان ہے کہ حماس تقریباً ایک سال سے جاری جنگ بندی کا معاہدہ ختم کر دے گی۔

عالمی امن کو خطرہ' مگر کس سے؟

امریکا کے نیویارکر میگزین میں شائع شدہ رپورٹ میں انکشاف کیا گیا ہے کہ امریکا ایران پر ایٹم بم گرا سکتا ہے۔ رپورٹ کے مطابق صدر بش اور ان کا جتھا ایرانی صدر محمود احمدی نژاد کو ''دورِ جدید کا ایڈلف ہٹلر'' سمجھنے لگا ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ امریکا B61-11 نامی ایٹمی ہتھیار استعمال کر کے نانتز میں واقع ایرانیوں کا مرکزی ایٹمی پلانٹ تباہ کر سکتا ہے۔ تاہم امریکی فوج کے افسر ایٹمی ہتھیاروں کے استعمال پر تقسیم ہیں۔ مخالفین کا کہنا ہے کہ ایٹمی حملے کے بعد پوری دنیا میں امریکی شہریوں اور اداروں پر حملے شروع ہو جائیں گے نیز آدھا جنوبی عراق آگ کے شعلوں کی طرح جل اٹھے گا۔

اسرائیلی وزیراعظم کیا چاہتے ہیں

قائم مقام اسرائیلی وزیراعظم یہود اولمرت نے اعلان کیا ہے کہ جلد ہی مغربی کنارے میں آباد سترہ یہودی بستیاں ختم کر دی جائیں گی...... یہ اعلان انہوں نے دوسری پارٹی' فلسطین اتھارٹی سے گفت و شنید کے بغیر کیا ہے' اس کا مطلب ہے کہ اولمرت بھی سابقہ اسرائیلی وزرائے اعظم کی طرح تن تنہا پرواز کرنا چاہتے ہیں۔ موصوف چاہتے ہیں کہ جلد از جلد مغربی کنارے کے گرد دیوار تعمیر کر کے اُسے اسرائیل کی سرحد بنا دیا جائے۔ فلسطینیوں نے اس اقدام کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

یاد رہے کہ اولمرت دیوار کے اندر آباد تمام فلسطینیوں کو باہر دھکیلنے کا عزم کیے ہوئے ہے۔ اس کا یہ بھی ارادہ ہے کہ مغربی کنارے میں آباد بعض یہودی بستیوں کو اسرائیلی حدود میں شامل کر لیا جائے۔ یاد رہے' مغربی کنارے میں دو لاکھ پینتیس ہزار یہودی آباد ہیں۔ فلسطینیوں کا مطالبہ ہے کہ اسرائیلی 1967ء کی جنگ سے قبل کی سرحدوں کے پیچھے چلے جائیں...... اس طرح سارا مغربی کنارہ فلسطینیوں کو مل جائے گا۔

عراق کی صورت حال

عراق میں مسلسل بدامنی اور بے چینی کی لہر جاری ہے۔ آئے دن بم دھماکوں کے باعث وہاں بیسیوں جانیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ دنیا کی اکلوتی سپر پاور ڈیڑھ لاکھ فوج جدید ترین اسلحے سے لیس ہو کر عراق میں موجود ہے لیکن وہ اب تک بدامنی پر قابو نہیں پا سکی' بلکہ لگتا ہے کہ اس کی موجودگی کے باعث پُرتشدد کارروائیاں بڑھ گئی ہیں۔ امریکی حکومت نے عراق میں امن و امان قائم ہونے کے سلسلے میں جتنے بھی دعوے کیے تھے' وہ خاک میں مل گئے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ امریکی اقدامات نے عراق کو خانہ جنگی کے دہانے پر پہنچا دیا ہے۔ وہاں جمہوری طریقے سے انتخابات ہوئے' تو نتیجہ کیا نکلا؟..... عراقی شیعہ' سنی اور کردوں کی صورت میں تقسیم ہو گئے۔ شاید امریکی یہی چاہتے ہیں کہ عراق کے تین ٹکڑے کر دیئے جائیں تا کہ تیل ختم ہونے تک علاقے پر ان کا اثر و رسوخ قائم رہے۔ عراقیوں کے نزدیک اب واحد امید متحدہ حکومت ہی ہے۔ دعا ہے کہ یہ حکومت جلد از جلد کام شروع کر کے اپنے ہم وطنوں کے لیے امن و امان کا پیغام لائے۔

افغانستان میں منشیات کا دھندہ

طالبان کے رخصت ہوتے ہی افغانستان میں پوست کی کاشت زور و شور سے شروع ہو گئی اور اب ایک اندازے کے مطابق ہر سال چار ہزار ٹن افیون ترکی' ایران' پاکستان اور روس تک پہنچ رہی ہے۔ ان تمام ممالک میں جرائم پیشہ گروہ افیون سے ہیروئن تیار کرتے ہیں۔ ایک رپورٹ کے مطابق ہیروئن کی سالانہ تجارت کی مالیت 2.7 ارب ڈالر ہے۔ طالبان کے زمانے میں اس تجارت میں افغانستان کا کردار تقریباً ختم ہو گیا تھا لیکن ان کے جاتے ہی افغانی ہیروئن کا نام پوری دنیا میں سنا جا رہا ہے۔

اندرونی ذرائع کا کہنا ہے کہ افغانستان میں منشیات کا دھندہ اس لیے روز افزوں ہے کہ افغان حکومت کے کئی اعلیٰ عہدے دار اس میں ملوث ہیں۔ حتیٰ کہ سننے میں آیا ہے کہ صدر کرزئی کا بھائی ولید کرزئی بھی منشیات کا اسمگلر ہے۔ ایک دوسرا بڑا نام نائب وزیر داخلہ جنرل محمد داؤد کا ہے۔ افغانستان میں منشیات کے تاجر یا اسمگلر بہت طاقت ور ہیں اور قانون کو گھر کی باندی سمجھتے ہیں۔ انہوں نے اپنے قلعے تعمیر کر رکھے ہیں جہاں جدید ترین اسلحے سے لیس لاؤلشکر ان کی حفاظت کرتا ہے۔ بہر حال اس میں کوئی شک نہیں کہ منشیات نوجوان نسل کو تباہ کر دیتی ہے' اس لیے اس سے دور رہنا ہی بہتر ہے۔

قبرستان بنانے کی اجازت

حکومت ڈنمارک نے اپنے ملک کے مسلمانوں کو پہلا قبرستان بنانے کی اجازت دے دی ہے۔ ڈنمارک میں آباد مسلمانوں نے حکومت کے اس اعلان پر خوشی کا اظہار کیا ہے' ان کا کہنا ہے کہ یہ ڈنمارک حکومت کی طرف سے مثبت رویہ اور رواداری کا مظاہرہ ہے۔ یہ ڈنمارکی اخبار جیلنڈ ز پوسٹن کے برعکس رویہ ہے' جس نے بارہ خاکے شائع کر کے پوری دنیا کے مسلمانوں کو مشتعل کر دیا تھا۔

یہ قبرستان دارالحکومت کے نواح میں پچاس ہزار مربع میٹر رقبے پر بنایا جائے گا۔ کوئی مسلمان انتقال کر جاتا' تو اُسے اس کے ملک بھجوا دیا جاتا یا پھر ڈنمارک کے سرکاری قبرستانوں میں مسلمانوں کے لیے مخصوص جگہ میں دفن کیا جاتا تھا۔

الجزائر کا نیا قانون

افغانستان میں ایک مرتد پر مقدمہ چلا تو آزاد خیالوں اور روشن خیالوں نے طوفان کھڑا کر لیا۔ مگر وہ نہیں یہ دیکھتے کہ امداد کرنے کے روپ میں عیسائی ادارے مسلم علاقوں میں عیسائیت کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ پھر وہ مسلمانوں کو طرح طرح کے لالچ دے رہے ہیں اور غربت کے مارے لوگ ان کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔

عیسائی مشنریوں کی غلط حرکات دیکھتے ہوئے الجزائر کی حکومت نے ان کی سرگرمیوں پر پابندی لگا دی ہے اور یہ نیا قانون بنایا ہے کہ اب ملک میں کوئی مسلمان دوسرا مذہب اختیار نہیں کر سکے گا۔ اس قانون کی تشریح کرتے ہوئے الجزائری محکمہ مذہبی امور کے سربراہ' محمد عیسیٰ کا کہنا ہے۔ ہمیں یہ شواہد ملے ہیں کہ پچھلے دس برس کی خانہ جنگی میں عیسائیت کو بھی آلے کی طرح استعمال کیا گیا ہے تا کہ ملک میں عدم استحکام پیدا ہو سکے۔

operation for its war on terrorism went over to the Indian side asking Indians to keep the heat on with their aggressive posturing against Pakistan. This scared Musharraf who was made to believe that "United States would solve its al-Qaeda problem through an Indian attack on Pakistan," writes Freidman. Musharraf lost his nerves and asked US "to intervene actively to stop Indian threats." The US, says Freidman, "took its time, allowing time crisis to drag on."
Pakistan was told that the United States would help it only if Musharraf would go whole hog in countering al-Qaeda' threat. Second, if the mujahideen operating in occupied Kashmir were reined in. "Everything the United States did —in tacit co-operation with India — was designed to increase the sense of isolation and desperation in Pakistan," says Friedman. Freidman stops short of saying openly that time mujahideen's attack on India's Parliament was staged by India itself in the aftermath of 9/11 so that it could bring its troops to Pakistan's borders on the US behest.
In the hands of Freidman, Musharraf does not look pretty. By letting fear to decide and making entreaties to time US to force India to roll back its troops has exposed Pakistan weaknesses. It won't be surprising if India becomes more aggressive in its dealing with Pakistan. And perhaps this is what US, among others, wants to achieve through its strategic alliance with India. Patrick J Buchanan made an astute observation when he drew the parallel between a republic and an empire. He called Bush America a neo-imperial country amid warned that wars are the death of republics. Buchanan could have also added: Do not insult other nations, especially those who are jeopardising their existence to help you out.
(Courtesy: daily "The Nation")

اهم اطلاع

تنظیم اسلامی حلقہ خواتین کے تعاون سے
ہفت روزہ ''ندائے خلافت'' لاہور کا
''خواتین نمبر''
جو ترتیب و تدوین کے آخری مراحل میں ہے' عنقریب شائع ہو رہا ہے
(ان شاءاللہ)

اس خصوصی اشاعت میں
شرعی پردہ اور شرم و حیا پر مضامین' گوشۂ تنظیم' اخلاقیات' فقہی موضوعات پر مقالات' خواتین کو رسول اکرم ﷺ کی نصیحتیں' سیرت صحابیات' خواتین کے حقوق' شخصیات' انٹرویوز' نظمیں اور اشعار' کچن کارنر' انگلش سیکشن' متفرق موضوعات پر بھرپور مضامین' ایمان افروز' دلچسپ واقعات ...... اور اس کے علاوہ بھی بہت کچھ

مشتہرین اپنے اشتہارات کے لیے رابطہ کریں' اور ایجنٹ حضرات فوری طور پر اپنے آرڈرز سے مطلع فرمائیں

ہفت روزہ ندائے خلافت' K-36' ماڈل ٹاؤن لاہور
5869501-03- E.mail publications@tanzeem.org

فلک سیر (ٹورسٹ) ریزورٹ ساگر ریسٹورنٹ ملم جبہ' سوات

9,600 فٹ بلندی پر واقع وادی سوات کے نہایت دلفریب اور پر فضا مقام **ملم جبہ** میں قیام و طعام کی بہترین سہولتوں سے آراستہ

جدید تعمیر شدہ شاندار ہوٹل

مینگورہ سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر اور سیاحت کارپوریشن پاکستان کی چیئر لفٹ سے چار کلومیٹر پہلے کھلے اور روشن کمرے' نئے قالین' عمدہ فرنیچر' صاف ستھرے ملحقہ غسل خانے' اچھے انتظامات اور اسلامی ماحول

رب کائنات کی خلاقی و صناعی کے پاکیزہ و دلفریب مظاہر سے قلب و روح کو شاد کام کرنے کا بہترین موقع

تحریکی بھائیوں کے لئے خصوصی رعایت

فلک سیر کارپوریشن' جی ٹی روڈ' امانت کوٹ' مینگورہ سوات

فون دفتر: 0946-725056' ہوٹل: 0946-835295' فیکس: 0946-720031

Vol: 15 Regd. No. LRL -50 No. 14

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

By TARIQ JAN

Insulting Pakistan the US Way

Sometime in the 1980s Henry Kissinger, in a moment of truth, said the unsaid and while doing so revealed the American mind that almost stunned his admirers and educated the uninitiated in the American behaviour. Summarised, his words were: It's dangerous to be an enemy of the United States but disastrous to be its friend. A far more picturesque observation, however, came from former President Ayub Khan. He was talking to Richard Nixon some time in the 1960s. Nixon has recounted Ayub Khan's words in his book In the Arena Lamenting Shah of Iran's funeral in July 1980 without a US representative attending it, Nixon wrote: "I was reminded of a haunting remark President Ayub Khan of Pakistan made to me in 1964. In commenting on US complicity in the assassination of President Diem of South Vietnam, he said that event proved "that it is dangerous to be a friend of the United States; that it pays to be neutral; and that sometimes it helps to be an enemy." It was, said Nixon, an observation that again came to his mind when he was informed of the mysterious death of another staunch friend of the United States, President Zia ul-Haq of Pakistan.

In the diplomatic parlance Ryan Crocker is just another ambassador, representing Washington in Islamabad. By protocol he should have acting as a bridge, removing irritants in the relations and improving ties, while giving an affable impression most of the time. But unlike other foreign representatives his looks are magisterial and his tone is imperial. It is hard to find him smiling.

A diplomatisnormally polite, mostly tactful but never improper. With Crocker it is the other way round. While replying to a question he decided not to be discreet and said: Pakistan was not doing any favour to the United States by its co-operation in the war on terrorism. Collin Powell is now history but when he visited Hungry as US secretary of state his choice of the words for the occasion were laudatory for the Hungarian contribution of a few hundred troops to the US led war on terror. He was grateful to them and considered it an honour to have them in the coalition. But since Hungary is European and Pakistan is Asian, the American civility ends the moment its representative leaves behind the Atlantic and steps on its Muslim soil. From then onward, every gesture is a reminder, a rebuke and an insult which an administration poorly educated in the theatrics of power can bear with but for the people it is a constant provocation — a hurl that creates its own pathology of bitterness and resentment.

Powell felt obliged for those paltry few hundred Hungarian troops. But Crocker forgets there are more than 60,000 Pakistani troops engaged in the so-called war on terrorism on the Pak-Afghan borders, that it is the largest single-nation contribution to the American cause. But power as symbolised by Crocker's country has neither heart nor memory – it is a self-induced amnesia, which is by and large collective, fashioned by centuries of injustice and grab.

On the contrary, Netherlands's defence minister Hericus Kamnp had the grace to acknowledge lately that without Pakistan there could have been no war on terrorism worth the name in Afghanistan. Musharraf could have said the same thing to the US; he could have also suggested leaving the US alone in Afghanistan and the Americans would have known in due course of time the difference Pakistan makes to the war theatre in Afghanistan.

One can read anything in Crocker's rudeness. A threat, superpower arrogance or we can make Pakistan lick the dirt kind of rebuke. One may also pick up the message in his rude remarks that by serving the US dirty war against the poor and the deprived people of the world, Pakistan has honoured itself no favour to anyone. That for sure will be the best spin one can give to it.

Perhaps the greatest wrong we have done to ourselves is that we let America to blindfold us and then lead us from one pit of shame to another. Such are the wages of weakness and low self-esteem when leadership because of its own psychology fails to synchronise itself with the masses' aspirations to be themselves and makes decision in the privacy of a few like-minded individual who share nothing but each other's paranoia. Four years ago, India mobilised its huge army and brought it eyeball to eyeball on the borders with Pakistan. The latter answered by a matching response. For almost a year they stayed close enough to smell cacti other's breath. Then suddenly one day Collin Powell arrives in Delhi and India distances itself from the Pakistani borders. The event was projected by split masters here and elsewhere as a special favour to Pakistan – the useful consequence of Pak-US relations. We all were impressed. A friend in need was a friend indeed. But George Freidman's book America's Secret War has another story to tell making a plausible read that shows time US "friendly face," its Byzantium intrigues, and high-headed bullying. Freidman, a much-respected private intelligence network, spills the beans. He says after time Taliban's dismantling and al-Qaeda's escape from Tora Bora, the US sought Musharraf's help to hound them. But Musharraf was unwilling to help the US. In time meantime India's Parliament was attacked by some alleged mujahideen and India brought its troops to Pakistani borders.

The US which was waiting desperately for an opening to engineer's Musharraf's further co-